© rasaljarald.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکرونظر

دہشت گردی،اسلام اور پاکستان

مملکتِ خداداد پاکستان اِن دنوں بم دھماکوں،ٹارگٹ کلنگ اور قتل وغارت کی شدید زد میں ہے۔ ہر سنجیدہ فکر آدمی اِس صورت حال پر پریشان اور مضطرب ہے اور پورے معاشرے میں عدمِ تحفظ کا شدید احساس پیدا ہو چکا ہے۔ جہادِ افغانستان اور جنرل ضیاء الحق کی حکومت کے بعد سے پاکستان سیاسی، مذہبی اور عالمی طور پر ایسے حالات سے دوچار ہے جس میں دہشت گردی اور تخریب کاری روز بروز اپنا دائرہ اثر بڑھا رہی ہے۔ کچھ عرصہ قبل کراچی میں جس خوفناک دہشت گردی نے مستقل روایت کی حیثیت اختیار کرلی تھی، چند سالوں میں اس صورتِ حال میں خاصی بہتری آئی ہے۔ لیکن اِس دہشت گردی کے اثرات اور واقعات آج بھی اہل وطن کی تلخ یادوں میں محفوظ ہیں۔ کراچی کا نام آتے ہی جبر وتشدد اور قتل وغارت سے بھرپور شب وروز؛ ٹارچر سیل، بوری بند لاشیں اور رہبیت و دہشت سے لبریز واقعات ذہن میں تازہ ہو جاتے ہیں۔ کچھ موزوں اقدامات اور بعض عالمی وسیاسی مفادات تبدیل ہونے سے اس دہشت گردی میں تو خاطر خواہ کمی ہو گئی لیکن کراچی کا وہ سابقہ امن و امان اور تجارتی حیثیت دوبارہ بحال نہ ہو سکی۔ اس دہشت گردی نے قوم سے لاتعداد نابغہ روزگار فرزندوں کا خراج لیا۔ دہشت گردی کی بھینٹ چڑھنے والی شخصیات میں علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی، مولانا یوسف لدھیانوی، ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک، پروفیسر عطاء الرحمن ثاقب، زہیرا کرم ندیم، عظیم طارق، خالد ولید، سلیم قادری، ظہور الحسن بھوپالی، عبداللہ شاہ اور جسٹس نظام احمد سے لے کر میر مرتضیٰ بھٹو، مدیر تکبیر جناب صلاح الدین اور حکیم محمد سعید جیسی قد آور شخصیات شامل ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ ۷ برسوں میں ۱۰۰۰ سے زیادہ دھماکے پاکستان میں ہو چکے ہیں۔ یوں تو وطنِ عزیز میں امن وامان اور سکون واطمینان کی صورتِ حال کافی عرصے سے مخدوش ہے لیکن گذشتہ دو ماہ میں دہشت گردی نے ایک بار پھر پاکستان میں

سرفہرست مسئلہ کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ ان دنوں ایک تسلسل کے ساتھ ہر ہفتے دہشت گردی کا کوئی نہ کوئی واقعہ رونما ہورہا ہے۔ دہشت گردی کی یہ لہر پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی نظر آتی ہے۔ چنانچہ ترکی اور چیچنیا کے علاوہ عراق، افغانستان اور سعودی عرب بطورِ خاص اس کا نشانہ ہیں۔ جبکہ فلسطین پر اسرائیلی دہشت گردی کا تسلسل برسوں کی طرح جاری ہے۔

جہاں تک عراق وافغانستان کی بات ہے تو ملکی وسیاسی عدم استحکام اور سنگین امریکی جارحیت وبربریت کی وجہ سے یہ ممالک تو ویسے ہی حالتِ جنگ میں ہیں، اس لئے ان میں دہشت گردی کا جائزہ دیگر حوالوں سے بھی لیا جاسکتا اور اس کا جواز پیدا ہوسکتا ہے۔ جبکہ پاکستان اور سعودی عرب میں جاری دہشت گردی بعض ایسے شکوک وشبہات اور اندیشے اپنی جلو میں لاتی ہے، جن کا سنجیدہ مطالعہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

زیر نظر مضمون میں پاکستان کی صورتِ حال کا تفصیلی تجزیہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ہم سعودی عرب میں جاری دہشت گردی کو بھی موضوعِ بحث بنائیں گے اور دونوں کے پس پردہ عوامل جاننے کے علاوہ اس دہشت گردی سے مزعومہ نتائج اور امکانات کی نشاندہی بھی کریں گے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے پاکستان میں گذشتہ دو ماہ کی دہشت گردی کا ایک مختصر جائزہ قارئین محدث کے لئے پیش خدمت ہے:

(ا) پاکستان میں دہشت گردی؛ ایک جائزہ

حالیہ دہشت گردی اس اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے کہ اس میں مذہبی اور سیاسی شخصیات واجتماعات سے لے کر فوجی رہنماؤں، قومی اہمیت کی تنصیبات اور عوام الناس کو ضروری سہولتوں کی فراہمی کے مراکز تک کو تباہی وتخریب کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ دہشت گردوں کا دائرہ کار بھی چاروں صوبوں میں پھیلا ہوا ہے۔ کارروائیاں اس قدر منظم منصوبہ بندی کا نتیجہ ہیں کہ تاحال کسی بھی واقعہ کا مجرم قانون کی گرفت میں نہیں آسکا۔ جن ملزمان پر حکومتی حلقوں نے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے الزامات عائد کئے ہیں، تاحال ان میں کوئی الزام پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکا، صرف حکومتی ذمہ داروں کے دعوے اور زبانی جمع خرچ ہے۔ اس طرح ان کارروائیوں سے زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوا ہے......!!

۶/۱ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو نئی تشکیل شدہ جماعت 'ملت ِاسلامیہ' کے سربراہ مولانا اعظم طارق کے سانحہ قتل کے بعد نئے سال کے آغاز میں صدر جنرل پرویز مشرف پر دو قاتلانہ حملے کئے گئے جن میں ایک حملہ خود کش بتایا جاتا ہے۔

❶ اس سے کچھ دنوں بعد ہی بلوچستان میں گیس کی سپلائی کو منقطع کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے تخریب کاری کی دو تین وارداتیں ہوئیں جس کے بعد حکومت کو خصوصی انتظامات کرنا پڑے۔ ❷ مزید برآں ۲۳ مارچ کو بجلی ٹرانسمیشن لائنوں پر تخریب کاروں کے حملے کے نتیجے میں بلوچستان تاریکی میں ڈوب گیا۔ حکام کا کہنا ہے کہ اس تخریب کاری میں القاعدہ یا قبائلی باغی ملوث نہیں۔ حملے کے نتیجے میں صوبہ کو جانے والی ۶۰۰ میں سے ۳۷۵ میگاواٹ بجلی کی فراہمی منقطع ہوگئی ہے۔ کیسکو کے ترجمان جبریل خان کے مطابق حملے سے لائنوں کو کافی نقصان پہنچا ہے اور چار ٹاور مکمل طور پر تباہ ہوگئے ہیں۔ (روزنامہ جنگ ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ئ)

۴ ❸ مئی کو گوادر میں ایک کار بم دھماکے میں تین چینی انجینئر ہلاک ہوگئے، اس دہشت گردی کے مقاصد میں پاک چین دوستی میں رخنہ ڈالنے کے علاوہ گوادر ائیرپورٹ کے منصوبے کو سبوتاژ کرنا بھی شامل تھا۔ ❹ بلوچستان میں ہی دہشت گردی کا المناک اور سنگین سانحہ ۱۰ محرم الحرام یکم مارچ ۲۰۰۴ء کو ہوا جسے 'سانحہ کوئٹہ' کا نام دیا گیا۔ اس واقعہ میں دہشت گردوں نے پولیس کی وردی میں جلوس کے راستے میں پڑنے والی عمارتوں کی چھتوں پر چڑھ کر پوزیشنیں سنبھالیں اور ان کی فائرنگ سے ۳۶/افراد جاں بحق ہوئے۔ واقعہ کی سنگینی اس قدر زیادہ تھی کہ شیعہ رہنما علامہ جان علی کاظمی نے فوج کے اس میں ملوث ہونے کا الزام لگایا اور متعلقہ افراد کو گرفتار نہ کرنے اور ایف آئی آر درج نہ کرنے تک ۳۶ ہلاک شدگان کو دفن نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ ❺ بلوچستان میں دہشت گردی کا پانچواں واقعہ ۲۱ مئی کی شب کو رونما ہوا جب گوادر ائیرپورٹ پر ۸،۷ راکٹ برسائے گئے۔ ❻ اس سلسلے میں دہشت گردوں کا اگلا نشانہ سوئی ائیرپورٹ تھا۔ ۱۸ جون کو بلوچستان کے علاقے سوئی میں راکٹ حملے اور ڈائنامیٹ پھٹنے سے ائیرپورٹ کی عمارت مکمل طور پر تباہ ہوگئی جس کے نتیجے میں نہ صرف تمام پروازیں روک دی گئیں بلکہ بجلی کی ترسیل کا نظام بھی متاثر ہوا۔ اس حادثے کے سلسلے میں ائیرپورٹ چوکیدار گل حسن بگٹی کے علاوہ مزید دو افراد کو حراست میں لے کر تفتیش کا آغاز کردیا گیا۔ علاوہ ازیں ایف سی چیک پوسٹ اور رہائشی کالونیوں پر ۵۶ راکٹوں سے حملہ کیا گیا جس

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

سے ۷ مکانوں کو نقصان پہنچا۔ اخباری ذرائع کے مطابق فرنٹیر کور اور دہشت گردوں کے درمیان ایک گھنٹہ تک فائرنگ کا تبادلہ ہوا جس کے بعد حملہ آور فرار ہوگئے اور کسی کی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ (روزنامہ نوائے وقت، ۲۲ جون ۲۰۰۴ئ) ۷ یاد رہے کہ سوئی میں ۶ جون کو بھی ایف سی قلعہ اور تھانے پر ۴۳را کٹ داغے گئے تھے جس سے کنٹرول روم تباہ ہو گیا۔

سوئی میں اس دہشت گردانہ کارروائی کے بعد ایران سے بھارت گیس پائپ لائن لے جانے کا منصوبہ بھی سوالیہ نشان بن گیا۔ کیونکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی اس قدر نااہلی اور کوتاہی کے تناظر میں یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ پاکستان کسی ایسی بڑی ذمہ داری کے تقاضے نبھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یہ تو صوبہ بلوچستان میں دہشت گردی کے پانچ نمایاں واقعات کا مختصر تذکرہ تھا۔ یاد رہے کہ ان واقعات میں کوئٹہ کے حادثہ کے علاوہ باقی تمام واقعات قومی تنصیبات اور منصوبوں کو سبوتاژ کرنے اور متاثر کرنے پر مشتمل ہیں۔

صوبہ سندھ (کراچی)

۱ بلوچستان سے آغاز ہونے والی دہشت گردی آہستہ آہستہ کراچی میں جکڑ پکڑنے لگی۔ کراچی میں حالیہ دہشت گردی کا آغاز شیعہ عبادت گاہ میں بم دھماکہ سے ہوا جو ۸ مئی کو شاہراہِ لیاقت پر واقعہ مسجد حیدری پر نمازِ جمعہ سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل ہوا۔ اس کے نتیجے میں ۲۳ افراد جاں بحق اور ۲۰۰ افراد شدید زخمی ہوگئے۔ اس دھماکے کے بعد عوام کی احتجاجی کارروائیوں میں گاڑیاں اور پٹرول پمپ نذرِآتش ہوئے اور شہر بھر میں اس قدر افراتفری پھیل گئی کہ پولیس کو لاٹھی چارج اور شیلنگ کا سہارا لینا پڑا۔ اس دھماکہ کا قومی معیشت پر پہلا اثر یہ پڑا کہ کراچی سٹاک مارکیٹ میں ۲۰؍ارب ڈوب گئے۔ صوبائی مشیر آفتاب شیخ نے دھماکہ کے بارے میں خودکش حملہ کا اندیشہ ظاہر کیا لیکن دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق نہ ہوسکی۔ (اخبارات: ۸ مئی)

۸ ۲ مئی کو دہشت گردی کی اس کارروائی کے بعد کراچی میں ۲۶ مئی تک دہشت گردانہ کارروائیوں میں انقطاع رہا اور اس دوران معمول کی شہری زندگی جاری رہی۔ البتہ ۱۲ مئی کو قومی اور صوبائی اسمبلی کے ضمن انتخابات کے موقع پر فائرنگ اور تشدد آمیز واقعات میں ۱۲ ہلاکتیں ہوئیں۔ مجلس عمل کے کارکنوں کے جنازوں کے موقع پر دوبارہ فائرنگ کی گئی اور اندھی فائرنگ سے بچنے کے لئے لوگوں نے سڑک پر لیٹ کر جان بچائی جبکہ قاضی حسین احمد کے گرد

© rasaliejaraid.com

کارکنوں نے گھیرا ڈال لیا۔ جناب قاضی حسین احمد نے اس دہشت گردی کا الزام متحدہ پر عائد کرتے ہوئے ان پر پابندی کا مطالبہ کیا، جس کے جواب میں متحدہ کی قیادت نے انہیں محتاط لب ولہجہ استعمال کرنے کی تلقین کی۔ اس سانحہ کو دہشت گردی کے علاوہ سیاسی رنگ بھی دیا جاسکتا ہے جس کے پس منظر میں جماعتِ اسلامی اور متحدہ کی دیرینہ مخاصمت کارفرما ہے۔

اس حادثہ کے بعد کراچی میں اکا دکا تشدد کے واقعات بھی ہوئے جن میں بفرزون میں مبینہ دہشت گرد کامران عرف عاطف کے ساتھ پولیس مقابلے کے دوران ایک بے گناہ عورت جو گھروں میں کام کاج کرتی تھی، کا قتل بھی شامل ہے۔ کامران کی نشاندہی پر پولیس نے لیاری سے اس کے گروپ کے مزید چھ افراد کو گرفتار کرکے بڑی تعداد میں دھماکہ خیز مواد برآمد کیا۔ اس کے جواب میں کراچی کی بندر گاہ پر دھماکہ کرکے خطرے کی گھنٹی بجائی گئی۔ یہ واقعہ ۲۵ مئی ۲۰۰۴ء کو ہوا۔

۳ ۲۶ مئی کو کراچی میں دہشت گردی کا دوسرا اہم واقعہ امریکی قونصل جنرل کی رہائش گاہ کے نزدیک پاک امریکن کلچرل سنٹر کے سامنے ہوا۔ کئی بم دھماکوں سے یہ علاقہ گونج اٹھا۔ دھماکوں کے نتیجے میں ہیڈ کانسٹیبل جہانگیر جاں بحق اور اخبار نویسوں، فوٹو گرافروں اور پولیس اہلکاروں سمیت ۳۴ رافراد زخمی ہوگئے۔ یہ حادثہ اہل کراچی کو جھنجھوڑنے، خبردار کرنے اور ایک بار پھر دہشت گردی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی تھا۔

۴ موجودہ دہشت گردی کی لہر کا سب سے المناک سانحہ کراچی میں ہی اتوار کی صبح ۳۰ مئی کو ممتاز عالم دین مولانا مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت کی صورت رونما ہوا۔ مفتی شامزئی کی شہادت نے شہریوں کے خوف وہراس میں نہ صرف غیر معمولی اضافہ کیا بلکہ انتظامیہ اور پولیس کی چولیں بھی ہلا دیں۔ اس کے بعد پورا شہر ہنگامہ آرائی کی لپیٹ میں آ گیا اور سڑکیں میدانِ جنگ کا منظر پیش کرنے لگیں۔ مشتعل شہریوں نے تھانے پر حملہ کردیا اور پولیس اہلکاروں کو بھاگ کر جانیں بچانا پڑیں، جبکہ حوالات میں موجود قیدی بھی فرار ہوگئے۔

تفصیلات کے مطابق اتوار کی صبح پونے آٹھ بجے مفتی شامزئی اپنے بیٹے، بھتیجے اور ڈرائیور کے ہمراہ جامعہ بنوریہ جانے کے لئے نکلے تو ان کی رہائش گاہ کے باہر پہلے سے گھات لگائے ۱۰،۱۲ مسلح افراد نے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ مولانا زخموں کی تاب نہ لا کر شہید اور ان کے تین ساتھی زخمی ہوگئے جنہیں لیاقت ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ مولانا کے جنازے پر

© rasailojaraid.com

پولیس عوامی ردعمل سے اس قدر خائف تھی کہ فاصلہ سے فون پر رابطہ کے ذریعہ صورت حال سے باخبر رہی جبکہ پولیس اہلکاروں نے آنسو گیس کی بے دریغ شیلنگ اور ہوائی فائرنگ کا سہارا لیا۔آنسو گیس سے جنازے کے متعدد شرکا متاثر ہوئے جن میں اکرم درانی بھی شامل تھے۔

(نوائے وقت: ۳۱ مئی ۲۰۰۴ئ)

❺ مولانا شامزئی کی شہادت سے اہلیانِ کراچی ابھی سنبھلنے نہ پائے تھے کہ ایک بار پھر شیعہ مسجد علی رضا واقع محمد علی جناح روڈ میں ۳۱ مئی کو نمازِ مغرب میں ہولناک بم دھماکہ ہوا۔اس حادثہ میں ۱۸ نمازی شہید اور ۵۰ کے لگ بھگ زخمی ہوئے۔ دہشت گردوں کی سنگدلی کا یہ عالم تھا کہ رات گئے خون دینے والوں پر ایک اور حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں مزید ایک شخص ہلاک اور ۷ زخمی ہوگئے۔متاثرین نے ردعمل میں درجنوں گاڑیاں، دکانیں، چار بینک نذر آتش کردیے، دو پولیس اہلکار سمیت ۱۶/ افراد احتجاج میں زخمی ہوئے۔ پبلک ٹرانسپورٹ اور بازار بند، نظامِ زندگی مفلوج ہوگیا۔ مشتعل افراد نے سب انسپکٹر سمیت کئی پولیس اہلکاروں کو یرغمال بنالیا۔(نوائے وقت، ۲ جون ۲۰۰۴ئ)

۲۶ مئی سے ۳۱ مئی کے پانچ روز میں دہشت گردی کے لگاتار تین واقعات نے ملک بھر میں رنج و غم کی لہر دوڑادی، کراچی کے ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کردی گئی اور کراچی ایک بار پھر ماضی کی دہشت گردی کے دور میں واپس لوٹ گیا۔ ۳۰ اور ۳۱ مئی کے دو واقعات نے ملک بھر کی توجہ کراچی کی طرف مبذول کی اور اخبارات میں اس حوالے سے مضامین اور خبروں کا تانتا بندھ گیا۔ مفتی شامزئی کی شہادت کو ہر ایک نے بڑی سنجیدگی سے لیا۔اسی طرح مساجد میں نمازیوں پر تین دھماکوں میں ہونے والی شہادتوں اور زخمی افراد کی تکلیف اور غم و رنج کو سب نے محسوس کیااور ان کے دکھ درد کو خلوصِ دل سے سمجھا۔

روزنامہ نوائے وقت نے مئی کے واقعات کو رپورٹ کرتے ہوئے لکھا:

''مئی کے چھ واقعات میں ۶۲/ افراد دہشت گردی کا شکار ہوئے۔ ماہ مئی کراچی کے لئے خونی ثابت ہوا جس میں بم دھماکوں اور دہشت گردی کے بڑے واقعات میں ۶۲/افراد جاں بحق اور ۱۷۵ سے زائد زخمی ہوئے۔پولیس کسی بڑے واقعے کے ملزمان کا سراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہوئی۔'' آگے ہر واقعہ کا مستقل تذکرہ کیا گیا ہے (نوائے وقت، ۲ جون ۲۰۰۴ئ)

www.KitaboSunnat.com

تبصرہ و تجزیہ

دہشت گردی کے ان سنگین واقعات کا تسلسل ماہ جون میں بھی جاری رہا۔ اس سے اگلا واقعہ ۱۰ جون ۲۰۰۴ء کو پیش آیا۔ آگے بڑھنے سے قبل ان واقعات کے بارے میں بعض حوالوں سے تبصرہ پیش خدمت ہے :

1. مولانا اعظم طارق کی شہادت سے لے کر مئی کے آخری واقعات تک تین مختلف مذہبی اجتماعات کو بم دھماکوں میں نشانہ بنایا گیا، جس میں دو متاثرہ مساجد شیعہ مکتب ِفکر سے تعلق رکھتی ہیں۔ جبکہ دو نامور شخصیات اس دہشت گردی کی نذر ہوئیں: مولانا اعظم طارق اور مفتی نظام الدین شامزئی۔ ان میں پہلی شخصیت سیاسی، تحریکی اور عوامی اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے تو مفتی صاحب کی شخصیت روحانی، علمی اور بزرگی صفات میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان دونوں شخصیات کا تعلق دیوبند مکتب ِفکر سے ہے۔ شہید ہونے والوں میں سے اوّل الذکر اگر سپاہِ صحابہؓ کا پس منظر رکھتے ہیں تو ثانی الذکر طالبان کے روحانی سرپرست ہیں۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہیکہ ان پانچوں واقعات میں کسی مکتب ِفکر نے مقابل گروہ پر دہشت گردی اور جارحیت کا الزام عائد نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ بلکہ ہر دو طرف کے رہنما اس دہشت گردی پر اپنے زیر اثر حلقہ کو صبر و حوصلہ کی تلقین کرتے رہے جیسا کہ اخباری بیانات اس کے گواہ ہیں۔ ممتاز شخصیات نے اس دہشت گردی کو فرقہ وارانہ تناظر کی بجائے ملکی و ملی پس منظر میں دہشت گردانہ کارروائیوں پر موقوف کیا ہے۔ ان واقعات کی تسلسل سے جانچ کرنے والوں سے بھی یہ امر مخفی نہیں کہ نہ اس سے قبل کبھی شیعہ سنی مخاصمت و منافرت اس درجہ تک موجود تھی کہ فریقین کی نوبت قتل و غارت تک پہنچ جائے، نہ ہی ان واقعات کو دینی حلقوں نے اس تناظر میں لیا ہے وگرنہ ضروری تھا کہ ۳۰ اور ۳۱ مئی کے دو سنگین واقعات گزرنے کے بعد ملک میں فرقہ وارانہ مذہبی فسادات بھڑک اٹھتے، لیکن واقعات اور شواہد اس کی تائید و حمایت سے عاری ہیں۔ گذشتہ ماہ بھر کا جو دورانیہ اس کے بعد بھی گزرا ہے، اس میں کسی قسم کے مذہبی تشدد کی کوئی مثال سامنے نہیں آئی۔ سانحہ کوئٹہ سے سانحہ مسجد حیدری میں حائل تین ماہ کا دورانیہ بھی ایسی فرقہ وارانہ چشمک سے یکسر خالی ہے جبکہ اس سے قبل مولانا اعظم طارق کی شہادت سے سانحہ کوئٹہ تک اور ان کی شہادت سے بھی پہلے بہت دور تک

مختلف مکاتبِ فکر میں فرقہ وارانہ نزاع کے حوالے بالکل خاموشی طاری ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بآسانی نکالا جاسکتا ہے کہ دینی حلقے اس سازش کو نہ صرف بخوبی سمجھ چکے ہیں بلکہ وہ اس کے خلاف ہر طرح کی کوششوں کے لئے تیار بھی ہیں۔ یہی بات روزنامہ نوائے وقت کے اداریہ نویس لکھتے ہیں:

> ''کراچی میں اب تک ہونے والے واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ یہ محض لسانی و نسلی تعصّبات اور فرقہ وارانہ منافرت کا نتیجہ نہیں بلکہ ماضی کی رنجشوں سے فائدہ اٹھانے اور کراچی کو نسلی، لسانی اور فرقہ وارانہ دہشت گردی کی آگ میں جھونکنے کی سازش ہے، جس میں ہمارے دشمنوں کو تاحال کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ اتنے بڑے اور سنگین واقعات کے بعد بھی کراچی میں نہ تو مذہبی تعصب کی کوئی لہر اٹھی ہے اور نہ ملک کے دوسرے حصوں میں کوئی اضطراب پیدا ہوا ہے۔اس کے برعکس مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اور تنظیموں نے یکجہتی کا مظاہرہ کرکے ملک دشمنوں کی سازش کو ناکام بنایا۔''(۹جون ۲۰۰۴ئ)

❷ جہاں تک ان کارروائیوں پر حکومتی ردعمل اور کارکردگی کا تعلق ہے تو بلوچستان میں دہشت گردانہ واقعات کے تناظر میں مرکزی حکومت نے وفاقی سیکرٹری داخلہ تسنیم نورانی اور انسپکٹر جنرل پولیس شعیب سڈل کو ۲۵ مئی کو اپنے موجودہ عہدے سے ٹرانسفر کردیا اور حکومت کی زبانی ان کی تبدیلی کی یہی وجہ پیش کی گئی کہ امن وامان کی بگڑتی صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے یہ تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ (نوائے وقت، ۲۵ مئی)

دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تبدیلیوں کے باوجود نہ صرف بلوچستان میں ۱۸ جون کو سوئی میں رہائشی آبادیوں پر ۵۶ راکٹ پھٹنے اور ایئرپورٹ کے ڈائنامیٹ سے تباہ ہونے کا واقعہ ہوا بلکہ عین تبدیلی کے پہلے روز یعنی ۲۵ مئی کو ہی دارالحکومت کوئٹہ میں ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ بھی ہوا، جس میں قانون نافذ کرنے والے ادارے کے ہی ۱۴/اہلکار زخمی ہوگئے۔ (نوائے وقت) موجودہ اعداد وشمار کے مطابق بلوچستان میں دہشت گردی کے اب تک آٹھ بڑے واقعات ہوچکے ہیں۔

❸ جہاں تک کراچی میں امن وامان کا تعلق ہے تو ۳۰،۳۱ مئی کے جڑواں واقعات کے بعد ملک بھر کی سیاسی و مذہبی جماعتوں نے حکومت پر اپنا دباؤ بڑھادیا، ۲ جون کے اخبارات عوامی، سیاسی اور مذہبی ردعمل سے بھرے پڑے ہیں۔ اس دباؤ کے نتیجے میں اسی روز ہی سندھ حکومت میں تبدیلی کی بات شروع ہو گئی اور وزیرداخلہ فیصل صالح حیات نے فوج تعینات

کرنے کی بجائے حکومت کو خود حالات درست کرنے کی تلقین کی، جبکہ بعض ذرائع نے سندھ میں گورنر راج اور اسمبلی کی معطلی کی بھی گرہ لگائی۔(۲ جون صفحہ ۳، نوائے وقت) روزنامہ نوائے وقت نے اپنے اداریہ میں حکومت کی کارکردگی پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا:

"جنرل پرویز مشرف نے امریکہ کی جنگ میں کود کر را، خاد، موساد اور ایف بی آئی کو یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ کراچی کے امن وسکون کو تباہ کرکے اپنے عزائم کی تکمیل کریں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ایک ماہ کے دوران پیش آنے والے واقعات کے پس پردہ کون ہے، آیا یہ ایک ہی گروہ/ تنظیم کی کارستانی ہے یا الگ الگ مقاصد کے تحت مختلف ادارے سرگرم ہیں۔ تاہم صرف ۲۴ گھنٹوں کے اندر اور ایک آدھ کلومیٹر کے فاصلے پر دو بڑے سانحات کا رونما ہونا اور پولیس و رینجرز کا بے بسی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہنا حکومت اور قوم دونوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ ان افسوسناک واقعات کے بعد سندھ کی مہر حکومت یا میر ظفر اللہ جمالی کی وفاقی حکومت کی کارکردگی پر عدمِ اطمینان کا اظہار کرنا اور انہیں سخت اقدامات کی ہدایت کرنا ستم ظریفی سے کم نہیں۔ ان دنوں صوبائی اور وفاقی حکومتیں نہ تو بااختیار ہیں اور نہ انہیں دہشت گردی کے حوالے سے اختیار کی گئی مرکزی پالیسی میں ردّوبدل کی اجازت ہے کہ وہ خفیہ ایجنسیوں، پولیس و رینجرز اور دوسرے اداروں کے کان کھینچ کر بہتر نتائج کو یقینی بنائیں۔ مرکز اور صوبوں میں اس وقت صرف ایک ہی سکہ چلتا ہے اور تمام ریاستی ادارے انہیں ہی جوابدہ ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں اور انتظامی اداروں کا زیادہ تر وقت متحدہ مسلم لیگ اور حکومت نواز پیپلز پارٹی کی تشکیل میں صرف ہوتا ہے یا پھر وہ اہم سرکاری شخصیات کی سیکورٹی پر مامور رہتی ہیں۔ جمالی صاحب تو کھل کر کہہ چکے ہیں کہ وہ کسی اور کو جوابدہ ہیں اور وہیں سے حکم لیتے ہیں جبکہ وزیراعلیٰ سندھ علی محمد مہر کا بھی یہی حال ہے، ان کا سارا وقت اپنی حکومت بچانے اور ایم پی ایز کے جائز و ناجائز مطالبات پورے کرنے میں گزرتا ہے۔ اس سوال کا جواب تو جنرل مشرف کو اپنے آپ سے تلاش کرنا چاہئے۔ اگر وہ واقعی اصلاحِ احوال کے لئے سنجیدہ ہیں تو صوبائی اور مرکزی حکومت، ایجنسیوں اور ریاستی اداروں سے اپنی گرفت ڈھیلی کریں انہیں اپنے اصل فرائض منصبی یکسوئی سے ادا کرنے کی ہدایت کریں۔

صدر کو چاہئے کہ مسئلہ کشمیر کے حقیقی حل کے بغیر بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کی پالیسی تبدیل کریں۔ جس کی وجہ سے ہماری ایجنسیاں غیر فعال جبکہ را، مستعد و چوکس نظر آتی ہے۔ سارا زورِ بیان القاعدہ اور مذہبی عناصر کے خلاف صرف کرنے کی بجائے ملک کے حقیقی دشمنوں کے قلع قمع کے لئے اقدامات میں صرف ہونا چاہئے۔ دہشت گردی کے ان واقعات کو گوادر پورٹ، افغان بھارت تعلقات امریکہ بھارت اسرائیل اتحاد ثلاثہ اور پاکستان کی

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

نیو کلیئر حیثیت کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی پس منظر میں اقدامات کرکے بہترین نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔'' (اداریہ نوائے وقت، ۲ جون ۲۰۰۴ء)

سیاسی جماعتوں کا ردِ عمل

دہشت گردی کے مسئلہ میں مجلس عمل کی اپیل پر کراچی میں دو ہڑتالیں ہوئیں:

❶ ۱۲ مئی کو مجلس عمل کے کارکنان کے جنازوں پر فائرنگ اور جاں بحق ہونے والوں کے سلسلے میں ۱۴ مئی بروز جمعہ کراچی بھر میں ہڑتال کے موقع پر بھی ہنگامہ اور پتھراؤ کے نتیجہ میں ۵ گاڑیاں نذرِ آتش ہونے کے علاوہ ۱۸/افراد زخمی ہوگئے۔ لاہور پریس کلب کے باہر بھی احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ کراچی میں ہڑتال کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے قاضی حسین احمد نے متحدہ قومی موومنٹ کو دہشت گرد قرار دینے اور گورنر کو برطرف کرنے کا مطالبہ کیا۔ (نوائے وقت: ۱۵ مئی)

❷ مئی میں دہشت گردی کے تمام واقعات کے حوالے سے مجلس عمل نے ۴ جون کو دوبارہ ہڑتال کی کال دی جس کے نتیجے میں نہ صرف ملک گیر مظاہرے ہوئے بلکہ کراچی، حیدرآباد اور کوئٹہ میں مکمل ہڑتال رہی۔ بلوچستان میں مکمل شٹر ڈاؤن اورلاہور، ملتان، اسلام آباد میں ریلیاں اور مظاہرے ہوئے۔ ہڑتال کے رہنماؤں نے دہشت گردی کے ان واقعات کو اپنے بیانات میں گورنر ہاؤس سے منسوب کیا۔اس ہڑتال میں بھی تھانہ پیرآباد پر مظاہرین کے حملے کے نتیجے میں ۱۶ پولیس اہلکاروں سمیت ۲۲/افراد زخمی ہوئے۔ (اخبارات:۵ جون ۲۰۰۴ئ)

❸ کراچی کی حالیہ دہشت گردی میں عوام سے اظہارِ یکجہتی کے لئے ٦ جون کو شاہراہِ قائدین سے مزارِ قائد تک امن ریلی نکالی گئی جس کی قیادت گورنر سندھ عشرت العباد، وزیراعلیٰ علی محمد مہر اور سٹی ناظم نعمت اللہ نے کی۔ صوبائی و قومی اسمبلی کے اراکین کے علاوہ سینٹ، سرکاری افسران اور ہر طبقہ فکر کے نامور شخصیات نے شرکت کی۔ ریلی کے شرکا نے کراچی کو امن وامان سے ہم کنار کرنے کی کوششوں پر زور دیا اور اہلیانِ کراچی سے ملک دشمن عناصر کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کی درخواست کی۔(اخبارات:۷ جون)

❹ پاکستان مسلم لیگ (ن) نے دہشت گردی کے بارے میں اپنا حقائق نامہ جاری کیا جس میں حسبِ ذیل دعویٰ کیا گیا:

"مشرف کے دور میں دہشت گردی کی ۳۹۹ وارداتیں ہوئیں۔ فوجیوں سمیت ۱۱۴۱/ افراد جاں بحق ہوئے اور ۲۳۹۸/ افراد زخمی ہوئے۔ یہ حقائق نامہ مرکزی سیکرٹری اطلاعات محمد صدیق الفاروق نے جمعہ کی شام ایک پریس کانفرنس میں جاری کیا۔" (نوائے وقت: ہفتہ ۱۲ جون)

❺ بی بی سی کے تجزیے اور رپورٹ کے مطابق کراچی کے حالیہ دہشت گردی کے واقعات میں علی محمد مہر کو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا کیونکہ وہ ان مخصوص حالات میں کمزور وزیراعلیٰ سمجھے جاتے تھے جن سے اس سلسلے میں صوبائی کنٹرول کی توقع مشکل تھی۔ چنانچہ انہوں نے ۷ جون کو اپنا استعفیٰ پیش کیا، جبکہ دوسری طرف متحدہ کے فاروق ستار کے بقول لندن میں ارباب غلام رحیم کے الطاف حسین سے ملاقات اور مشوروں کے بعد انہیں سندھ کی وزارتِ اعلیٰ کا قلمدان عطا کیا گیا۔ جنہوں نے امن و امان کی صورتِ حال بہتر کرنے کا عوام سے وعدہ کیا۔ (روزنامہ نوائے وقت، ۸ جون) یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی وزارتِ اعلیٰ کے دو روز بعد سنگین دہشت گردی کے واقعات پھر سے شروع ہوگئے۔ باخبر ذرائع کے مطابق وزیراعلیٰ کی یہ تبدیلی صدر مشرف کی کراچی کے حالات پر برہمی کا نتیجہ تھی۔

دہشت گردی کے دیگر واقعات

دہشت گردی کے سابقہ واقعات کی نوعیت دو طرح کی ہے: مذہبی شخصیات و اجتماعات اور قومی تنصیبات و عوامی سہولیات کو نقصان پہنچانا۔ لیکن ۱۰ جون کے بعد دہشت گردی نے اپنا رخ بدلتے ہوئے سیاسی شخصیات اور حاکم طبقے کو بھی اپنا کارروائیوں کا نشانہ بنایا۔

❻ دہشت گردی کی ۱۰ جون کو ہونے والی کارروائی نہ صرف ان کے بلا کے اعتماد پر دلالت کرتی ہے بلکہ حکومتی مشینری کے لئے اس میں کھلا چیلنج اور للکار بھی موجود ہے۔ کراچی میں کلفٹن پل کے نزدیک کور کمانڈر سندھ لیفٹیننٹ جنرل احسن سلیم کے فوجی قافلے پر حملہ میں سات فوجیوں سمیت ۱۲/افراد جاں بحق ہوگئے۔ تفصیلات کے مطابق کور کمانڈر اپنی رہائش گاہ سے کورہیڈ کوارٹرز جارہے تھے، جونہی ان کے قافلہ کی گاڑیاں کلفٹن پل پر چڑھنے کے لئے مڑیں، ان پر گھات لگائے دہشت گردوں نے خود کار اسلحہ سے گولیوں کی بوچھاڑ کردی، سینکڑوں راؤنڈ چلائے گئے۔ خطرناک پہلو یہ ہے کہ دہشت گرد گولیوں سے چھلنی اپنی وین میں کئی کلومیٹر کا فیصلہ طے کرکے ڈیفنس ویو تک پہنچ گئے مگر کسی نے انہیں روکا تک نہیں۔ یہ واردات اس علاقہ میں ہوئی جسے پولیس نے سکیورٹی زون قرار دیا ہوا ہے۔ اس قافلے میں

© rasailojaraid.com

پولیس کی سکیورٹی جیپ کے چھ اہلکار بھی دہشت گردوں کا نشانہ بن گئے۔

اس دہشت گردی اور جنرل پرویز مشرف پر دہشت گردی کے واقعات میں ایسی حیرت انگیز مماثلتیں ہیں گویا ان کو ایک ہی تنظیم نے پلان کیا ہے:

① اوّل تو دونوں واقعات میں محافظ سمیت تمام سکیورٹی ہلاک ہو گئی لیکن اصل ہدف کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

② دونوں میں ایسا ریموٹ کنٹرول بم استعمال کیا گیا جو موبائل فون سے منسلک ہوتا ہے اور فون پر گھنٹی ہونے سے پھٹتا ہے۔ اس واقعے میں بھی بارود سے بھری گاڑی یا کلفٹن پل میں نصب شدہ موبائل فون بم ریموٹ کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہ پھٹ سکا۔

(کالم کراچی از یوسف خان؛ نوائے وقت: ۱۶ جون)

بہرحال دہشت گردی کے اس واقعہ سے امن وامان کے حکومتی دعووں کی قلعی کھل گئی اور سیاسی رہنماؤں نے اس الزام کا اعادہ کیا کہ کراچی میں امن وامان قائم کرنے میں انتظامیہ اور سکیورٹی ادارے بے بس ہو چکے ہیں۔ (نوائے وقت: ۱۱ جون ۲۰۰۴ئ)

۷ فوجی حکومت کے بعد سیاسی جماعتوں کو دہشت گردی کی لپیٹ میں لانے کے لئے کراچی میں ۱۷ جون کو بینظیر کے معتمدِ خاص منور سہروردی کو نشانہ بنایا گیا۔ گرومندر کے قریب بنک کے سامنے اپنی کار سے اُترنے کے دوران ان پر دو افراد نے حملہ کیا اور انہیں تین گولیاں لگیں۔ ان کی چیخ وپکار پر ایک رکشہ ڈرائیور نے انہیں آغا خاں ہسپتال پہنچایا جہاں وہ دم توڑ گئے۔ ان کے اس قتل کے پس پردہ عوامل میں بے نظیر بھٹو نے مشرف، متحدہ اور ڈاکٹر قدیر کے خلاف کارفرما لابی کا نام لیا ہے۔ (۱۸ جون) جبکہ کراچی عوام نے احتجاج کرتے ہوئے ان کے قتل کا ملزم متحدہ کو ٹھہرایا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل جماعت اسلامی بھی کراچی کی دہشت گردی میں متحدہ کو ہی موردِ الزام ٹھہرا چکی ہے۔ منور سہروردی کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے سید منور حسن نے قرار دیا کہ متحدہ ایک بار پھر بوری بند لاشوں کا کلچر شروع کرنا چاہتی ہے۔ (۲۲ جون) منور سہروردی کے بہیمانہ قتل کے خلاف پیپلز پارٹی نے تین روز سوگ کا اعلان کیا جبکہ مشتعل کارکنوں نے پتھراؤ کے علاوہ درجنوں گاڑیوں کو نقصان پہنچایا۔ اسی طرح ۲۱ جون کو پیپلز پارٹی نے پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر مظاہرہ بھی کیا جس سے مخدوم امین فہیم اور قومی اسمبلی کے اراکین زمرد خاں، فوزیہ حبیب اور رخسانہ بنگش وغیرہ نے بھی خطاب کیا۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

صوبہ سرحد میں دہشت گردی

جیسا کہ شروع میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ دہشت گردی کی حالیہ لہر کا نشانہ کوئی ایک صوبہ نہیں بلکہ ملک کے چاروں صوبہ جات اس کا ہدف ہیں۔ بلوچستان اور سندھ کے ۷،۷ دہشت گردی کے بڑے واقعات کے بعد صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب میں دہشت گردی کے واقعات کا ایک مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

صوبہ سرحد کو وانا آپریشن کی صورت میں جس پیچیدگی اور قتل وغارت کا سامنا ہے، اس کے بعد مزید تخریبی کارروائیوں کی گنجائش نہیں۔ حکومتی موقف یہ ہے کہ ان کی یہ کاروائی غیر ملکی دہشت گردوں اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے ہے۔جہاں تک وانا آپریشن کی تفصیلات ہیں تو وہ ایک مستقل موضوع ہے، جس کے حالات اور کوائف کا تذکرہ ہمارے اصل موضوع سے جدا ہے۔ وانا آپریشن نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ ملک بھر میں انتشار و زیادتی کی مثال بنتا جارہا ہے، جس کے بعد حکومت سے عوام کا اعتماد روز بروز کم ہورہا ہے۔ خصوصاً نام نہاد دہشت گردوں سے کئے گئے معاہدے اور اس کی من مانی توجیہ نے اخلاقی طور پر حکومت کو عوام کی نظر میں ننگا کردیا ہے۔ عوام تو ان کو دہشت گرد ماننے کو تیار نہیں جنہیں حکومتی حلقے تواتر اور تسلسل سے القاعدہ کے دہشت گرد اور ملکی و ملی سلامتی کے دشمن قرار دے رہے ہیں۔ وانا آپریشن کی صورتِ حال کے تجزیہ کے لئے ۱۲، ۱۵ اور ۱۷ جون کے اخبارات کا مطالعہ مفید ہو گا۔

صوبہ پنجاب میں دہشت گردی

پنجاب میں دہشت گردی کی روایت پختہ کرنے اور عوام الناس میں خوف وہراس کی فضا قائم کرنے میں تاحال دہشت گردوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ پنجاب کا مخصوص ماحول اور مضبوط سیاسی حکومت ہے لیکن گذشتہ چند ماہ سے لگاتار ہر ہفتے جس طرح کوئی نہ کوئی دہشت گردی کی بڑی واردات زیر عمل لائی جارہی ہے، اس میں تاحال کمی کے امکانات بظاہر نظر نہیں آتے کیونکہ سابقہ وارداتوں کے عوامل کا نہ صرف پتہ نہیں چلایا جاسکا بلکہ کوئی مجرم بھی ابھی تک پکڑا نہیں جاسکا۔ پنجاب میں دہشت گردی کی صورت حال حسبِ ذیل ہے:

1. یوں تو پنجاب میں قتل وغارت اور تخریب کاری کے واقعات آئے روز ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن حالیہ دہشت گردی کے دوران سب سے پہلے جس واقعے کو فرقہ وارانہ دہشت گردی سے

© rasailojaraid.com

منسوب کیا گیا، وہ ۱۴ مئی کو مغلپورہ لاہور میں ایک ہی گھر کے چھ افراد کا قتل ہے جنہیں سروں میں گولیاں مار کر ختم کیا گیا ہے۔ سٹی ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ فرقہ وارانہ دہشت گردی خارج از امکان نہیں لیکن تفتیش کے بعد ہی حقیقی صورت حال واضح ہو گی۔ اس واقعہ کے بعد عوامی احتجاج نے اس قدر شدت اختیار کی کہ مغلپورہ چوک میدانِ جنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔ وقفے وقفے سے ہونے والے مظاہروں میں پتھراؤ اور پٹرول پمپ کو آگ لگانے کی کوششیں ہوئیں۔ پولیس گاڑی نذرِ آتش اور متعدد افراد دوران احتجاج زخمی ہوئے۔ (۱۵ر مئی ۲۰۰۴ءئ)

۲ پنجاب میں دہشت گردی کا دوسرا واقعہ ۴ جون کو سیالکوٹ میں بم دھماکے کی صورت میں ہوا۔ علی الصبح نواب دین چوک میں ہونے والے دھماکے کی آواز دور دور تک سنی گئی۔ دھماکے سے کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔ (نوائے وقت: ۵ جون)

◉ کراچی میں دہشت گردانہ واقعات کے تناظر میں صوبہ پنجاب میں دہشت گردی کی روک تھام کے لئے سکیورٹی کے انتظامات سخت کردیئے گئے اور اہم شخصیات کے حفاظتی اقدامات پر نظر ثانی کے علاوہ ان کے اچانک روٹ تبدیل کرنے کی پالیسی بھی اپنائی گئی۔ ۱۱ جون کو لاہور میں مختلف مقامات پر سکیورٹی پروگرام کی ریہرسل میں قانون نافذ کرنے والے مختلف اداروں کے ہزاروں اہلکاروں نے حصہ لیا۔ (نوائے وقت: ۱۲ جون صفحہ آخر)

۳ پنجاب میں دہشت گردی کا اہم ترین واقعہ مسلم لیگ ن، پنجاب کے نائب صدر بنیامین رضوی کا قتل ہے جو ۲۸ جون کو پیش آیا۔ یاد رہے کہ بنیامین رضوی اس سے قبل ۲۵ مئی کو ہائیکورٹ میں یہ رِٹ دائر کرچکے تھے کہ حکومت انہیں بلا وجہ ہراساں کررہی ہے۔ ان کے قتل پر سیاسی جماعتوں نے احتجاج اور مظاہرہ کا پروگرام تشکیل دیا۔ یہ واقعہ ٹارگٹ کلنگ کا وہ تسلسل ہے جس میں اس سے قبل مولانا اعظم طارق، مفتی شامزئی، جنرل پرویز مشرف، کور کمانڈر کراچی اور منور سہروردی کے نام شامل ہیں۔

۴ پنجاب میں دہشت گردی کا تازہ ترین واقعہ ٦ جولائی کو بہاولپور کی تحصیل اوچ شریف کے قریب پیش آیا جس میں گیس کی دو پائپ لائنیں اڑادی گئیں اور پاور سٹیشنوں کی ١٦ گھنٹے بجلی منقطع رہی۔ صبح سات بجے ہونے والے ان دھماکوں کے شعلے ۲۰۰ فٹ بلند تھے، دہشت کی وجہ سے پورا علاقہ ویران اور رہائشی نقل مکانی کرگئے۔ (نوائے وقت: ۷ جولائی)

www.KitaboSunnat.com

(۲) دہشت گردی اور مذہبی فرقہ واریت

گذشتہ صفحات میں مختصر ترین الفاظ میں دہشت گردی کی دو درجن کے لگ بھگ ان کارروائیوں کو رپورٹ کیا گیا ہے جو گذشتہ دو ماہ کے عرصے کے دوران وقوع پذیر ہوئیں۔ ان کارروائیوں کا مقصد و مدعا کیا ہے اور پاکستانی حکومت اور عوام اس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں، ذیل میں اس حوالے سے ایک مختصر تجزیہ پیش خدمت ہے:

سب سے پہلے اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ عالمی طور پر مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام اس ڈپلومیسی کا حصہ ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا جاسکے۔ سربیا کے مسلمانوں پر انتہاپسندانہ مظالم ہوں یا ہندوستان میں گجرات کے مسلمانوں پر ہندوؤں کی انتہا پسندی جس کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں۔ ایسے ہی امریکی ریاست ٹیکساس میں عیسائی جعلی نبی کا اپنے پیروکاروں کو آگ میں جلانے کا واقعہ ہو یا امریکہ کی قلعہ جنگی میں انسانیت کے خلاف مظالم کی داستان جس میں تازہ اضافہ ابوغریب جیل میں ہونے والے شرمناک مظالم سے ہوا ہے۔ یہ اور اس طرح کے بیسیوں واقعات کے باوجود تشدد و دہشت گردی کا الزام بحیثیتِ قوم ہمیشہ مسلمانوں کے حصہ میں آیا ہے۔ بنیاد پرستی، انتہاپسندی اور تشدد کے بعد دہشت گردی کا الزام اس حکمتِ عملی کا حصہ ہے جو اسلام کے خلاف عالم کفر نے تسلسل سے اپنا رکھی ہے۔ کبھی انتہاپسندی کا یہ اعزاز بھارت کی انتہا پسند ہنود تنظیموں (بال ٹھاکرے ایڈوانی وغیرہ) کے حصے میں نہیں آیا۔ ایسے ہی اسرائیل فوج کی دہشت گردی اور فلسطینیوں پر ظلم وتشدد ایسی المناک حقیقت ہے جس کی اقوامِ متحدہ اور دنیا بھر کے ممالک کئی بار مذمت کرچکے ہیں۔ اسرائیلی وزیراعظم کا یہ بیان ان کی دہشت گردانہ ذہنیت کا پول کھول دیتا ہے:

”ہمیں ہر جگہ حملہ کرنا اور لوگوں کو نشانہ بنانا چاہئے، عرب ممالک میں اور سمندر پار کے ممالک میں ہمارے ہدف موجود ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کام کیسے کرنا ہے مجھے اس کا عملی تجربہ ہے، یہ کام یقینا ہوسکتا ہے، ہمیں مسلسل ضربیں لگاتے رہنا چاہئے۔ اگر ہمیں پتہ چلے کہ عربوں کے حامی عرب ممالک میں ہیں یا یورپی ممالک میں تو ہمیں وہیں ان کا پیچھا کرنا چاہئے اور تمام مشکلات کے باوجود ہمیں حملہ کرنا چاہئے۔ بڑی سطح پر جنگ کی کوئی ضرورت نہیں، اچانک کسی شخص کو غائب کردینا چاہئے، کسی فرد کو مردہ پایا جانا چاہئے، کسی کو یورپ کی نائٹ کلب میں خون میں نہلا دینا چاہئے ۔ ہمیں صحیح طریقے سے اپنے آپریشن کو مسلسل بنیادوں

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

پر کرتے رہنا چاہئے۔'' ('دہشت گردی' از سلطان شاہد: ص ۱۰۴،۱۰۷)

جہاں تک پاکستان میں دہشت گردی کے 'حالیہ واقعات' کا تعلق ہے تو پاکستان میں فوجی حکومت اور اس کے ساتھ مقتدر طبقے وہی زبان استعمال کررہے ہیں جو اس مغربی موقف کو تقویت دے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں کسی بھی حوالے سے دہشت گردی ہو، پولیس کے ذمہ داران اس کو شیعہ سنی فسادات کے حوالے کرکے گویا سندِ جواز عطا کردیتے ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات ظاہر کرنے کا ایک مطلب یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے یہاں امن وامان کی ذمہ داری سے بری ہیں یا استطاعت نہیں رکھتے۔ دہشت گردی کے حالیہ واقعات میں بھی پولیس نے اسی روایت کو نبھایا ہے۔ چنانچہ کور کمانڈر کراچی پر حملہ کا واقعہ ہو یا بنیامین رضوی کے قتل کا حادثہ، پہلے حملے کے بارے میں کراچی میں ڈاکٹر برادران کو گرفتار کرکے موردِ الزام ٹھہرایا گیا ہے (۴ جولائی) اور بنیامین رضوی کے واقعہ کو بھی شیعہ سنی فسادات کا تنازعہ بنا کر شیعہ حضرات پر اس کا ملبہ ڈالا گیا ہے۔ (نوائے وقت: ۳ جولائی)

قبل ازیں جنرل پرویز مشرف اور کراچی میں امریکی کلچرل سنٹر کے سامنے دھماکے کے سلسلے میں حرکت المجاہدین اور سپاہ صحابہ کے دو، دو رکن گرفتار کئے جاچکے ہیں۔ (۲۲ مئی) تین روز بعد کراچی میں پھر حرکت المجاہدین کے مزید ۶ کارکنوں کو گرفتار کیا گیا جن کا یہ جرم قرار دیا گیا کہ وہ دو سال قبل امریکی قونصلیٹ پر حملے اور اپریل ۲۰۰۲ء میں مشرف کے موٹر کیڈ پر حملے کے مجرم ہیں۔ (۲۵ مئی) پولیس کی دست درازی سے خائف ایک حافظ قرآن نوجوان نے حیدرآباد میں پریس کانفرنس میں پولیس سے تحفظ کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ پولیس اسے بلاوجہ ملوث کرنا چاہتی ہے، خدارا اسے پولیس سے بچایا جائے۔ (۲۵ مئی ۲۰۰۴ئ)

مذکورہ بالا واقعات میں تاحال کسی الزام کی تصدیق نہیں ہوسکی بلکہ ملزمان نے ابھی تک دہشت گردی کے ان واقعات میں سے کسی حادثہ کا اقرار نہیں کیا۔ ڈاکٹر برادران کا موقف یہ تھا کہ ہم نے افغان جنگ کے دوران حکومت کی مرضی سے زخمیوں کے کیمپ لگائے۔ دیندار ہونے کے ناطے حکومت ہماری گرفتاری سے مذہبی گروہوں کو ملوث کرنا چاہتی ہے۔ حرکت المجاہدین نے اپنے اوپر عائد الزامات سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم کسی مسجد میں حملہ کرنے اور نمازیوں کو شہید کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

☜ دہشت گردی کے ان واقعات کے تناظر میں تنظیم اسلامی لاہور نے اصل دہشت گرد

© rasaeljarald.com

کون؟' کے زیر عنوان اشتہار شائع کراتے ہوئے اپنا یہ موقف نوائے وقت میں پیش کیا:

> ''مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت اور مسجد علی رضا کی شہادتوں کے افسوسناک واقعات ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں۔ الحمدللہ ان واقعات پر اہل سنت اور اہل تشیع کے چوٹی کے علما دینی رہنماؤں نے فہم وفراست اور حلم و تدبر کا ثبوت دیتے ہوئے ان واقعات کو بجا طور پر اسلام دشمن طاقتوں کی کارستانی قرار دیا ہے اور عام مسلمانوں کو صبر و تحمل کا درس دیا ہے۔'' (۵جون)

☜ جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید نے ۱۱جون کو نوائے وقت میں اپنے بیان میں کہا:

> ''ہم کراچی میں دہشت گردی کے واقعات کو جہاد نہیں سمجھتے، وارداتوں کا تعلق مجاہدین سے جوڑنا درست نہیں، حکمران عالمی سازش کو سمجھیں اور منفی پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہوں۔'' (صفحہ آخر)

☜ گذشتہ صفحات میں روزنامہ نوائے وقت کا ادارتی موقف بھی اسی کی تائید میں پیش کیا جاچکا ہے، دیکھئے صفحہ نمبر ۹ شمارہ ہذا

☜ کور کمانڈر کراچی پر حملے کے بارے میں وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد کا یہ بیان قومی اخبارات میں شائع ہوا کہ

> ''یہ حملہ وانا کی صورت حال کا نتیجہ نہیں نہ ہی القاعدہ سے اس کا تعلق ہے۔ بلکہ اس کے پس پردہ دیگر مقاصد کارفرما ہیں۔'' (نوائے وقت: ۱۲جون)

دینی جماعتوں کے ان بیانات کے باوجود نہ صرف وزیر داخلہ نے کور کمانڈر پر حملے کو وانا کے جنگجوؤں سے جوڑا (نوائے وقت: ۱۲جون) بلکہ ۱۶ جون کو قومی اسمبلی میں اس موقف کا اعادہ کرتے ہوئے ملزمان کو پکڑنے کا بھی انکشاف کیا۔ اپنے پالیسی بیان میں انہوں نے جنداللہ گروپ کو اس کا ذمہ دار قرار دیا۔ (جنگ: ۱۷جون)

☜ ایسے ہی صدر جنرل پرویز مشرف نے بھی دہشت گردی کی روک تھام کے سلسلے میں مساجد اور مدارس کے غلط استعمال کو روکنے، ہر قسم کی چندہ مہم کا سدباب کرنے اور لاؤڈ سپیکروں، پوسٹروں اور پمفلٹوں کے ذریعے تنگ نظری پھیلانے والوں پر کڑی نظر رکھنے کی ہدایت کی۔ (جنگ، اداریہ: ۱۷/جون ۲۰۰۴ئ)

جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں ذکر کرچکے ہیں کہ دو درجن سے زائد دہشت گردی کے واقعات میں صرف پانچ واقعات کا تعلق مذہبی نوعیت کا ہے جبکہ اس تمام تر دورانئے میں کسی فرقہ وارانہ سرگرمی، بیان بازی اور مذہبی منافرت کا کوئی واقعہ روبہ عمل نہیں آیا۔ بلکہ دینی رہنماؤں نے ان واقعات میں عوام کو صبر و تحمل اور دہشت گردی کی نوعیت سمجھنے کی طرف توجہ دلائی۔ اسکے

© rasaileiarald.com

باوجود صدر موصوف کا درج بالا ارشاد ان کے ذہنی رجحانات کی بخوبی عکاسی کرتا ہے۔

ماضی میں ہونے والی دہشت گردی کا بھی اگر جائزہ لیا جائے تو ایم کیو ایم سے بڑی دہشت گردی کی کارروائیاں کسی جماعت نے نہیں کیں، ان کے ساتھ ساتھ بعض قوم پرست تنظیمیں بھی اس قتل وغارت میں شریک رہی ہیں۔ جہاں تک دینی جماعتوں کا تعلق ہے تو پاکستان کی سب سے بڑی عددی اکثریت رکھنے والا بریلوی مکتبِ فکر اور دیوبندی مکتبِ فکر کا نمایاں بلاک 'تبلیغی جماعت' اس دہشت گردی سے ہمیشہ دور رہے ہیں۔ ایسے ہی اہلحدیث مکتبِ فکر نے بھی اس فرقہ وارانہ مخاصمت میں نہ ہونے کے برابر کردار ادا کیا ہے۔ بریلوی اہلحدیث مکاتبِ فکر میں مذہبی منافرت کے اکا دکا واقعات رونما ہوئے ہیں جنہوں نے آج تک کسی بڑے فرقہ وارانہ تصادم کا روپ نہیں دھارا۔ یہی حال جماعتِ اسلامی کا بھی ہے، آج تک کسی بم دھماکے یا دہشت گردی میں جماعتِ اسلامی کا ملوث ہونا ثابت نہیں ہوسکا۔

دینی جماعتوں کے مراکز، دینی مدارس ہیں اور دینی مدارس کے بارے میں امریکہ کا تازہ ترین بیان یہ ہے کہ ہمیں عراق سے نہیں بلکہ دینی مدارس سے خطرہ ہے۔ امریکہ کے سنٹر فارسٹر ٹیجک اینڈ انٹر نیشنل سٹڈیز کے ڈائریکٹر انور ڈ ڈی برگ نے ایشین ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے دینی مدارس دہشت گردی کے فروغ کا بڑا ذریعہ ہیں۔ (جنگ ۱۰ مارچ صفحہ آخر) ...... دوسری طرف یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ آج تک پاکستان کے کسی دینی مدرسہ پر دہشت گردی کا الزام یا اسلحہ خانہ کا وجود ثابت نہیں ہوسکا۔

(دیکھیں 'دینی مدارس اور بنیاد پرستی': محدث جنوری ۲۰۰۲ء)

اس امر میں مجالِ انکار نہیں کہ بعض دینی گروہ جہادی سرگرمیوں میں بھی شریک ہیں، ایسے گروہوں کو دو بنیادی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: بعض گروہ تو ایسے ہیں جو پاکستان سے باہر مختلف جہادی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے ہیں، ایسے گروہوں کے پنپنے میں خود حکومتی پالیسیوں اور امریکی مفادات کا عمل دخل ہے۔ ان میں جماعۃ الدعوۃ، حرکت المجاہدین اور البدر وحزب المجاہدین شامل ہیں۔ جہاں تک ملک میں داخلی فرقہ وارانہ چشمک کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں کالعدم سپاہِ صحابہ اور اس سے جنم لینے والی تنظیمیں، تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ، ایم کیو ایم اور قوم پرست لسانی تنظیمیں وغیرہ شامل ہیں۔ ثانی الذکر جماعتوں میں سپاہ صحابہ وغیرہ کو دیوبندی مکتبِ فکر کی نمائندہ جماعت کہنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندی مکتبِ فکر کی نمائندگی

© rasailojaraid.com

مولانا فضل الرحمن وغیرہ کرتے رہے جبکہ مولانا اعظم طارق وغیرہ کو باوجود اصرار کے اس نمائندگی میں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایسے ہی دیگر جماعتوں کا بھی حال ہے جیسا کہ جماعۃ الدعوۃ نے ملکی منافرت میں کبھی اپنا کردار ادا نہیں کیا، اس کے باوجود اہل حدیث مکتبِ فکر کی اسے نمائندہ جماعت کہنا مناسب نہیں۔ کالعدم تنظیم سپاہِ صحابہ کے بارے میں عام دیوبندی دینی راہنماؤں کا کیا موقف ہے اور وہ اسے کس نظر سے دیکھتے ہیں، اس کا اظہار مولانا زاہد الراشدی کے انہی دنوں شائع ہونے والے ایک انٹرویو سے ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ مولانا راشدی مولانا مفتی محمود کے طویل عرصہ سیکرٹری اور رفیق کار ہونے کے علاوہ معرف دیوبندی علمی شخصیت مولانا سرفراز صفدر کے فرزند ہیں، گویا سیاسی بصیرت کے علاوہ علمی ذوق سے بھی بہرہ ور ہیں۔ مزید برآں آپ گوجرانوالہ کے حنفی مدرسہ نصرۃ العلوم کے شیخ الحدیث ہونے کے علاوہ ملکی سطح پر علما دیوبند کے مستند ترجمان کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر دیوبندی مکتبِ فکر کے خیالات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ یہ موقف مولانا کے زیر ادارت ماہنامہ الشریعہ کے شمارہ جولائی ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا ہے، فرماتے ہیں:

''ہم نے سپاہ صحابہ کے شدت پسندانہ طریق کار سے ہمیشہ اختلاف کیا ہے اور مختلف مضامین میں اس کے اظہار کے ساتھ ساتھ اس کے رہنماؤں مثلاً مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی اور مولانا اعظم طارق کے ساتھ براہ راست گفتگو میں بھی انہیں اپنے موقف سے آگاہ کیا ہے ......

ہم شیعہ کے خلاف کافر کافر کی مہم، تشدد کے ساتھ ان کو دبانے اور کشیدگی کا ماحول پیدا کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ہمارا اس حوالہ سے موقف یہ ہے کہ عقائد اور تاریخی کردار کے حوالہ سے باہمی فرق اور فاصلہ کو قائم رکھتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور استدلال و منطق کے ساتھ اپنا موقف پیش کرنے کا راستہ ہی صحیح اور قرین عقل ہے۔ اور اس حوالہ سے ہمیں امتِ مسلمہ کے اجتماعی رویے سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔'' (صفحہ ۵)

☜ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض کارروائیوں میں دینی وضع قطع رکھنے والے لوگوں کے ملوث ہونے سے یہ تاثر قائم کرنا اور اس الزام کی تصدیق کرنا کہ یہ دینی یا مذہبی فرقہ وارانہ دہشت گردی ہے، درست اور مبنی برانصاف رویہ نہیں ہے ......!!

مختلف واقعات میں گرفتار ہونے والے حضرات سے دینی جماعتوں کا اس فرقہ واریت پر مبنی تشدد و دہشت گردی میں ملوث ہونا لازمی امر نہیں۔ جس طرح کسی پولیس کانسٹیبل کی رشوت

خوری اور کسی جج کی انصاف فروشی سے محکمہ پولیس یا عدالت پر الزام ثابت نہیں ہوتا عین اسی طرح کسی دینی وضع قطع کے حامل فرد کا پرتشدد کارروائی کرنا دینی جماعتوں کو ملوث نہیں کرتا۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ کسی عبادت گاہ پر حملے کی لازمی وجہ مذہبی فرقہ واریت نہیں ہو سکتی بلکہ اجتماعی طور پر معاشرے کو خوفزدہ اور ہراساں کرنے کے لئے جب مساجد جیسے مراکزامن کو بھی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے تو اس سے عوام میں خوفناک انتشار اور خوف ودہشت کو ہوا ملتی ہے۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ کوئی مسلمان ربّ کے حضور سجدہ ریز نمازیوں پر حملہ کرنے کی واردات کا عام حالات میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ انتہائی غیر معمولی حالات میں جب فکروذہن کی صلاحیتوں پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے یا کوئی غیر معمولی مجبوری سامنے آجائے، تب بھی ایک مسلمان کے لئے ایسا کرنا سوہانِ روح سے کم نہیں ہوتا۔

مذہبی دہشت گردی کے مقاصد

یہاں تکبیر کراچی کے شہید مدیر صلاح الدین کے ایک مضمون کا مرکزی خیال پیش کرنا مناسب ہو گا جس میں انہوں نے دہشت گردی اور مذہبی منافرت کے باہمی تعلق پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ جناب صلاح الدین کی رائے قابل توجہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی دینی شخصیت کو دہشت گردی کا نشانہ بنانے سے وہ غیر معمولی مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو دوسری دہشت گردی سے پورے نہیں ہوتے، مثال کے طور پر

① مذہبی دہشت گردی کا پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے اسلامی لیڈر شپ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ عالمی سطح پر اسلام کے خلاف مہم کا کامیاب دفاع کرنے کے لئے ایک دینی رہنما کی شخصیت مرجع خلائق ہوتی ہے۔ لوگ اس کے مبارک کلمات سے روشنی حاصل کرتے اور عمل و کردار کا حوصلہ پاتے ہیں۔ دینی شخصیات کے قتل سے گویا دینی حلقوں اور جماعتوں کو فکری و ذہنی طور پر یتیم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ملک و بیرونِ ملک اسلام دشمن کوششوں میں کامیابی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

② مذہبی دہشت گردی کو فروغ دینے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے لوگ مذہبی شخصیات اور اسلام سے بد گمان ہوتے ہیں۔ ان کے ذمہ دہشت گردی اور منافرت کا الزام لوگوں کے دلوں میں اسلام اور اس کی قدر و منزلت کم کر دیتا ہے۔

③ ایک دینی شخصیت اسلامی معاشرے کا مرکز ہوتی ہے۔ لوگ ان سے نورِ ہدایت کے متلاشی

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔ ان کی ہلاکت سے معاشرے میں جو انتشار پیدا ہوتا ہے، وہ دیگر کئی افراد کی ہلاکت سے نہیں پیدا ہوتا۔ یہی معاملہ مساجد و دینی مراکز کا بھی ہے۔ عوام میں افراتفری اور دہشت پیدا کرنے کے لئے کسی دینی شخصیت کا قتل بہت موزوں رہتا ہے۔

④ اس سے یہ مقصد بھی حاصل ہوتا ہے کہ عوام الناس میں دینی رجحانات ایک کڑی آزمائش قرار پاتے ہیں، دین پر عمل مشکل اور دینی علم کا حصول ایک کڑی آزمائش بن جاتی ہے۔ نتیجتاً مساجد ویران اور علما ناپید ہوتے ہیں۔ کیونکہ نامور دینی شخصیت ہونے کا مطلب اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے پیش کرنا ہے۔

یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنیاد پر دہشت گرد دینی شخصیات اور دینی اجتماعات کو دہشت گردی کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ جناب صلاح الدین کی یہ رائے بالکل صائب ہے، چنانچہ موجودہ دہشت گردی میں بھی مفتی شامزئی اور شیعہ امام بارگاہوں پر حملوں نے شدت کا جو تاثر قائم کیا ہے، وہ اس سے قبل موجود نہیں تھا۔ خصوصاً ۳۰ اور ۳۱ مئی کو اسی نوعیت کے دو واقعات نے پوری قوم کی دہشت گردی کے ناسور کی طرف بھرپور توجہ مبذول کی۔

بعض نام نہاد دینی حلقوں کا افسوسناک کردار

ہماری رائے میں حالیہ دہشت گردی کے مسلسل واقعات ایک منظم منصوبہ بندی کا حصہ ہیں جن کے باہمی تعلق اور تسلسل کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ دہشت گردی کے ان واقعات کا تنوع بھی کسی ایک گروہ کی غمازی نہیں کرتا۔ ان واقعات کے پس پردہ کون ہے اور اس کے مذموم مقاصد کیا ہیں، اس بحث کو مؤخر کرتے ہوئے دینی طبقات کو فرقہ وارانہ دہشت گردی سے تعبیر کرنے کی کوششوں پر ہم اپنی بات کو مکمل کرتے ہیں۔

حکومتی اور عالمی مفاد اس امر میں ہے کہ اس دہشت گردی کو اسلام سے منسوب کیا جائے اور اسلام کو ایک دہشت گرد دین قرار دیا جائے۔ مسلمانوں میں اسلام کو کھلے عام مطعون کرنا دیگر مسلمانوں کے لئے شاید ممکن نہ ہو چنانچہ یہاں اسلام کے نام لیواؤں کو 'دہشت گرد' قرار دیا جاتا ہے۔ اگر اسلام کے علمبردار علما دہشت گرد قرار پاتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ اسلام پر طعن ہے یا لوگوں کی اسلام سے دوری ہے۔ بدقسمتی سے حکومتوں کو اس سے قبل بھی ایسے نام نہاد مذہبی گروہ دستیاب رہے جو ان کی زبان بول کر حکومتی مفادات کی تکمیل کرتے رہے ہیں۔ پاکستان کی پہلی فوجی حکومت (صدر ایوب) نے اپنے دور میں غلام احمد پرویز اور اس کے ہم

© rasailojaraid.com

نواؤں کو ایسی سپورٹ دی کہ انہوں نے علما کو کھلے عام برا بھلا کہنا شروع کیا۔ موجودہ فوجی حکومت کے دور میں یہی کام جناب جاوید احمد غامدی اپنے حواریوں سمیت انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ حکومتی موقف کا اعادہ کرتے ہوئے انہوں نے اشراق کے شمارے جولائی ۲۰۰۴ء کے اداریے میں حالیہ دہشت گردی کے زمینی حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے وہی غلط روش اپنائی ہے جس سے اہل دین پر حرف آئے۔ اشراق کے اداریہ نویس لکھتے ہیں:

"دہشت گردی کے بارے میں یہ تصور عام ہے کہ یہ دینی علوم کی درسگاہوں میں جنم لیتی، مسجدوں اور امام بار گاہوں میں پروان چڑھتی اور پھر متشدد مذہبی تنظیموں کی شکل میں ملک کے کونے کونے میں پھیل جاتی ہے۔ منبروں اور جلسہ گاہوں سے کفر کے فتوے صادر ہوتے، واجب القتل کے نعرے لگتے ہیں اور مخالف نظریات کو ان کے حاملین سمیت صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے عزائم ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادت گاہیں اللہ کی یاد میں کھڑے ہونے والوں کے لہو سے رنگین ہوتی ہیں اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ عام شہری بھی بموں کا ایندھن بن جاتے ہیں۔

اس اندوہناک صورت حال کا ایک بڑا محرک بعض مذہبی علما کا تشدد پسندانہ رویہ ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اس صورتِ حال کی ذمہ داری علمائے دین پر عائد ہوتی ہے تو اس کی بات کو غلط نہیں کہا جاسکتا...... انہوں نے اپنے لئے جو کام منتخب کئے ہیں وہ سر تا سر یہی ہیں کہ اپنے نظریاتی مخالفین کے خلاف سادہ لوح لوگوں کو مشتعل کیا جائے۔ ان کی تکفیر کے فتویٰ صادر کئے جائیں اور انہیں واجب القتل ٹھہرایا جائے۔" (اشراق، جولائی ۲۰۰۴ء ص:۲، ۵)

اشراق کے اداریہ نگار نے ان سطور میں جن الزامات کا اظہار کیا ہے، قارئین خود ہی ملاحظہ کرلیں کہ کیا اُنہیں موجودہ دہشت گردی کا درست پس منظر قرار دیا جاسکتا ہے۔ راقم الحروف دینی مدارس اور دینی اجتماعات میں بارہا شریک ہوتا رہا ہے، آج تک کسی مذہبی اجتماع میں ہمیں ایسی باتیں سننے کا اتفاق نہیں ہوا جن کا الزام موصوف نے علما کے خلاف عائد کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ چند سال قبل شیعہ سنی فسادات کے دوران بعض جذباتی لوگوں نے شاذ ونادر اس لب ولہجہ کو اختیار کیا ہو، یا ردّ عمل میں انصاف کا دامن ان سے چھوٹ گیا ہو۔ لیکن اوّل تو وہ مذہبی جماعتوں کے نمائندہ نہیں کہلا سکتے، ثانیاً موجودہ کشیدہ ملکی حالات کا پس منظر تو یہ قطعاً نہیں ہے۔ کیا حالیہ سالوں میں تکفیر کا کوئی فتویٰ، واجب القتل کا کوئی نعرہ اور تشدد کی کسی دعوت کا سراغ بھی ہمیں اخبارات میں ملتا ہے، یا ان افسوسناک واقعات کے رونما ہونے

کے بعد کسی ردعمل میں ایسی کوئی بات کسی پلیٹ فارم پر رپورٹ ہوئی ہے؟

افسوس اس امر پر ہے کہ بعض جدت پسند حلقے اسی بات پر اپنا جواز ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں کہ وہ علماء اسلام کی کاوشوں پر ناقدانہ رویہ رکھتے ہیں اور ان کو برملا برائی اور دہشت گردی سے منسوب کرتے ہیں۔اس ادارتی تحریر میں موصوف قلم کار نے اپنے موقف کے بارے میں جو رجحان اور دلائل پیش کئے ہیں وہ خالصتاً بھارت کی متنازعہ شخصیت وحیدالدین کے افکار کا چربہ ہیں۔ مولانا وحیدالدین کا فکری امتیاز بھی یہی ہے کہ انہیں ہر برائی کا سراغ یا تو مسلمانوں کے طرزِ عمل میں ملتا ہے یا مسلم رہنماؤں کے رویہ میں۔ ان کی تحریروں میں یہ غلطی اور زیادتی کبھی غیر مسلموں سے سرزد ہوتی دکھائی نہیں دیتی......!!

افسوس اس ملکی انتشار و دہشت کی گھڑی میں بعض لوگوں کو انصاف کی گواہی دینے کا تو حوصلہ نہیں لیکن علما پر برسنے اور ان کے ذمے وہ ناکردہ گناہ کا الزام لگانے کو ان کا قلم بے چین ہے۔ **فإلى الله المشتكى**

محدث کے حالیہ شمارے میں بم دھاکوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے اہم فرامین ذکر کرکے وہ دینی موقف پیش کردیا گیاہے جوان بم دھاکوں کے بارے میں ایک مسلمان کا ہونا چاہئے۔ ہماری رائے میں کسی مسلمان کو قتل کرنا اسلام کے سیاسی نظم کا اختیار ہے،اس اختیار کو عام مسلمان اپنے تئیں استعمال کرنے کے مجاز نہیں۔ اشراق کے اداریہ نویس کو ہمارے یا دیگر مکاتبِ فکر کے تحریری موقف میں سے وہ حصے نشان زد کرنے چاہئیں جہاں سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اس سے تشدد کو فروغ ملتا ہے یا دہشت گردی کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔ محدث کے انہی اوراق میں اس سے قبل مسئلہ تکفیر پر ایک اہم مضمون بھی شائع ہوچکا ہے جس کی رو سے کسی متعین فرد پر کفر کا حکم لگانے میں دلچسپی رکھنا اسلامی احکامات اور علما کی مسلمہ روایات سے انحراف ہے۔ (دیکھئے 'مسلمان کی تکفیر کا مسئلہ' از ابوبکر جزائری ترجمہ از راقم، مارچ ۱۹۹۵ء)

(۳) دہشت گردی کے پس پردہ اصل عزائم

سابقہ صفحات میں دہشت گردی کے جن واقعات کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے ان کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

① **ٹارگٹ کلنگ کے واقعات**: ان میں بالترتیب مولانا اعظم طارق، تین چینی انجینئر، مفتی شامزئی، منور سہروردی اور بنیامین رضوی شامل ہیں۔ ایسے واقعات ۷،۸ ہیں۔ جنرل

© rasailojaraid.com

پرویز مشرف اور کور کمانڈر کراچی کو بھی ٹارگٹ بنایا گیا لیکن یہ دونوں حضرات محفوظ رہے۔

④ **قومی تنصیبات کو نقصان پہنچانے والے واقعات:** ان میں بلوچستان کے اکثر و بیشتر واقعات مثلاً گوادر، سوئی ائیر پورٹ، بجلی سپلائی اور گیس پائپ لائن کا انقطاع اور اُچ شریف میں بجلی سپلائی کا انقطاع جیسے آٹھ واقعات شامل ہیں۔

③ **مذہبی نوعیت کے واقعات** میں پانچ واقعات شامل ہیں، جن میں دو مذہبی شخصیات کو نشانہ بنانے کے علاوہ تین مذہبی اجتماعات پر فائر نگ اور دھماکہ کے اقدامات شامل ہیں۔

④ **سیاسی نوعیت کے واقعات** میں بنیامین رضوی، جنرل پرویز مشرف، کور کمانڈر کراچی، منور سہروردی، مجلس عمل کے جلوس پر فائر نگ کی وارداتیں شامل ہیں۔

⑤ **عمومی دہشت گردانہ مقاصد** کے لئے سابقہ تمام تر واقعات کے علاوہ سیالکوٹ کا بم دھماکہ اور لاہور میں چھ افراد کا اجتماعی قتل کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

کراچی کے مختلف واقعات (مثلاً مجلس عمل کا جلوس، مفتی شامزئی اور منور سہروردی کے قتل) کاالزام متاثرین نے متحدہ قومی موومنٹ پر عائد کیا ہے۔ کیونکہ انہیں سابقہ وزیر اعلیٰ کے بارے میں بعض تحفظات تھے، اور وہ حکومت اور اختیارات میں من مانی تبدیلیاں چاہتے تھے۔ جہاں تک متحدہ کا تعلق ہے تو ماضی میں بھی ایم کیوایم ماورائے عدالت قتل اور جبر و تشدد کے علاوہ ٹارچر سیلوں اور دہشت گردی میں مشہور رہی ہے۔ جبکہ بعض مذہبی جماعتوں پر بھی اس کا الزام لگتا رہاہے۔ سپاہِ صحابہؓ سے کے بطن سے پیدا ہونے والی تنظیموں جیش محمد، لشکرِ جھنگوی اور ملت اسلامیہ وغیرہ پر دہشت گردی میں ملوث ہونے کے بعض شواہد بھی موجود ہیں۔

بلوچستان میں قومی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے پیچھے باخبر حلقے بعض بلوچ قبائل کی کارروائی قرار دیتے ہیں۔ جن علاقوں سے گیس نکلی ہے، ان میں آباد بعض قبائل بالخصوص بگٹی قبیلہ اس حوالے سے ماضی میں اقدامات کرتا آیا ہے، رائلٹی کے نام پر وہ حکومت کو بلیک میل کرتے ہیں اور حکومت و قبائل کے مابین مسلح تصادم بھی ہوچکے ہیں۔ بگٹی قبیلہ کی بزنجو قبائل سے روایتی مخاصمت بھی ان واقعات کے پس پردہ ہے، اس لئے بلوچستان کے دہشت گردانہ واقعات کا پس منظر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ مزید برآں بلوچستان میں قومی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے واقعات کے پیچھے ہمسایہ ممالک کے تخریب کار عناصر کا ہاتھ بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے ہی ملک بھر میں پھیلی موجودہ دہشت گردی کو بعض باخبر حلقے بجلی، پانی اور گیس کی صوبائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقسیم میں حائل رکاوٹوں کا نتیجہ بھی قرار دے رہے ہیں۔

لاہور میں بنیامین رضوی کے قتل کے پس پردہ اگر شیعہ تنازعہ کارفرما ہے تو سیاسی مقاصد کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اخبارات میں ان کے خاندانی تنازعات کی بعض خبریں بھی آئی ہیں۔ حالیہ دہشت گردی میں این جی اوز کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جناب بنیامین رضوی این جی اوز کے خلاف اپنے سخت موقف کی وجہ سے بھی خصوصی شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے سابقہ حکومت میں این جی اوز مافیا کی اصطلاح متعارف کرا کر ان کی جڑیں بھی دریافت کرلی تھیں اور ۱ کتوبر ۱۹۹۹ء میں ان کے خلاف اسمبلی میں وہ بل لانے ہی والے تھے کہ ۱۲/ اکتوبر کو حکومت تبدیل ہو گئی۔ این جی اوز کی اسلام دشمن سرگرمیاں اور غیر ملکی مقاصد کے لئے ان کا کام کرنا ایسی کھلی حقیقت ہے جو محتاجِ دلیل نہیں!!

اس لحاظ سے پاکستان میں دہشت گردی کی وجوہات میں اپنے مطالبات منوانا، قوت کے ذریعے اختیارات کا حصول، مختلف طبقوں پر مظالم کا ردّ عمل، سیاسی سیٹ اپ اور فوجی حکومت سے پیدا ہونے والی عدمِ اطمینانی ، مذہبی طبقات کا اپنی رائے پر بالقوہ اصرار، ہمسایہ ممالک کے مفادات اور عالمی صورتحال کے مختلف عوامل وغیرہ شامل ہیں۔

یہ امر درست ہے کہ ملک کے مختلف طبقات میں اپنے مطالبات کے حوالے سے شدید بے چینی پائی جاتی ہے اور معاشرے کے مختلف گروہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے تخریب کارانہ سرگرمیوں کا سہارا لیتے ہیں، لیکن موجودہ تسلسل سے جاری دہشت گردی کی کارروائیوں کو معمول کے حالات کا نتیجہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حالیہ دہشت گردانہ واقعات کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان کا حقیقی سرا ملک کے باہر جڑتا ہے۔ عالمی منظر نامے میں اس کا سراغ لگانے کی ضرورت ہے۔ ان کاروائیوں کی ڈور ہلانے اور ان کی منصوبہ بندی کرنے والا ذہن ملک سے باہر ہے جو اپنے مفادات کے لئے ملک کے بے چین طبقات کو استعمال کررہا ہے، دوسرے لفظوں میں ان کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کے علاوہ سعودی عرب (جو عراق پر قبضے سے قبل امن وامان میں اپنی مثال آپ تھا) میں بھی دہشت گردانہ سرگرمیوں میں تیزی آئی ہے اور اس وقت اسلام کے علمبردار یہی دو نمایاں ملک دہشت گردانہ سرگرمیوں کا محور ومرکز ہیں۔

جوں جوں ترقی وایجاد کے میدان کھلتے جارہے، توں توں مختلف ترقی یافتہ ممالک نے

© rasaifajaraid.com

دیگر ممالک میں دخل اندازی اور من مانے مقاصد حاصل کرنے کے لئے زیادہ پر پیچ طریقے اختیار کر لئے ہیں۔ان طریقوں کا حاصل یہ ہے کہ استعمال ہونے والے کو بھی اس امر کا اندازہ نہیں ہوتا کہ اسے کس طرح اپنے من مانے مقصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ ان نفسیاتی طریقوں اور پیچیدہ حربوں کے ذریعے مذموم مقاصد یوں پورے کئے جاتے ہیں کہ اصل دہشت گرد کا سراغ ہی نہیں ملتا۔ ایسی ہی شاطرانہ چالبازی کا ایک شاہکار ۱۱ستمبر کا حادثہ بھی تھا، جس کی تحقیقات ابھی تک منظر عام پر تو نہیں آئیں لیکن اس واقعے سے عالمی سیاست میں من مانے مقاصد دھونس اور دھاندلی سے پورے کئے جا چکے ہیں۔ یوں تو اس واقعہ کے سلسلے میں اُردو، انگریزی کتب میں سینکڑوں صفحات شائع ہو چکے ہیں لیکن ایک تازہ گواہی کے طور پر روزنامہ نوائے وقت کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> ”حقیقت یہ ہے کہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کا ماسٹر مائنڈ صیہونی اسرائیل تھا جس کا ثبوت خود امریکی ذرائع ابلاغ اور سینئر پارلیمنٹرین ڈیوڈ ڈیوک اپنی تجزیاتی رپورٹوں میں پیش کر چکے ہیں کہ اس روز ۴۰۰ یہودی ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے غیر حاضر رہے کیونکہ انہیں ہنگامی پیغام ملا تھا کہ اپنے کام پر نہ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعے میں زندگی ہارنے والے اکثر ہندو عیسائی اور مسلمان تو تھے مگر کوئی یہودی نہ تھا......“ (اداریہ، ۳جون ۲۰۰۴ئ)

مگر اس ماسٹر مائنڈ یہودی پلان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کو یہودی ہی روبہ عمل لائیں بلکہ عین ممکن ہے کہ مسلمانوں کے امریکہ مخالف جذبات کو نفسیاتی حربوں سے اس طرح کام میں لایا گیا ہو کہ تصویر کے سامنے کے رخ پر وہ نظر آئیں اور تمام تر عتاب و عقاب انہی کے حصے میں آئے۔اس قدر جامع اور مکمل منصوبہ بندی ویسے بھی جذباتی اور دہشت پسندانہ خیالات رکھنے والے نوجوان نہیں کرسکتے، اس کے لئے کسی ٹھنڈے دل و دماغ اور غیر معمولی وسائل رکھنے والے گروہ کی ضرورت ہے جو ہر طرح کی معلومات سے بھی مسلح ہو۔

۱۱ ستمبر کا واقعہ یوں تو ہمارا موضوع نہیں لیکن پاکستان کے موجودہ دہشت گردی کے واقعات کی منصوبہ بندی جاننے کے لئے اس پر پیچ طریقہ واردات کو سمجھنا اشد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں باخبر حضرات کا کہنا ہے کہ اسلام پسند نوجوانوں کو اسلام کے نام پر قربانی کے لئے تیار کرنا سب سے آسان ہے کیونکہ یہی وہ مذہب ہے جو آخرت کا مکمل اور جامع تصور پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام پسند نوجوانوں کو صرف اس امر کا یقین دلانا کافی ہے کہ فلاں کام غلط

ہے اور فلاں طریقے سے اس میں کوتاہی کو دور کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد وہ استعمال ہونے کے لئے آسانی سے تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ کام ماسٹر پلان کے کل پرزے بآسانی کرلیتے ہیں، دوسری طرف ملک میں بڑھتی بے روزگاری اور بے اطمینانی بھی کئی نوجوانوں کے ناپسندیدہ کاموں کی طرف بادلِ نخواستہ مجبور کردیتی ہے۔ یہاں ہمارا مقصد ان تخریب کاروں / دہشت گردوں کی صفائی پیش کرنا نہیں بلکہ اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اصل ضرورت اس بنیادی ذہن کوڈھونڈنے کی ہے جو اس دہشت گردی کی منصوبہ بندی کرتا اور اس سے مطلوبہ نتائج حاصل کرتا ہے۔ اس مرکزی ذہن کی نشاندہی سے قبل سعودی عرب میں دہشت گردی کے بعض واقعات کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب ہوگا......

سعودی عرب میں دہشت گردی اور اس کے مقاصد

عراق پر حالیہ قبضہ کے ساتھ ہی سعودی عرب کا امن و سکون تہ و بالا ہو گیا......

▣ نومبر ۲۰۰۳ء میں ریاض میں پے درپے دھماکوں کے بعد مکہ مکرمہ میں بھی بم دھماکہ ہوا۔

▣ اس سال یکم مئی کو سعودی عرب کے ساحلی شہر ینبع میں صبح ۷ بجے چار حملہ آوروں نے آئل ریفائنری میں تین امریکی، دو برطانوی اور ایک آسٹریلوی انجینئر سمیت ۱۰/افراد کو ہلاک کردیا۔ حملہ آور امریکیوں کی لاشوں کو گلیوں میں گھسیٹتے رہے۔ پولیس فائرنگ میں تین حملہ آور ہلاک اور متعدد افراد زخمی ہوگئے۔ (روزنامہ نوائے وقت: ۲ مئی ۲۰۰۴ئ)

نوائے وقت نے اگلے روز اس دہشت گردی کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"سعودی عرب میں دہشت گردی میں اسرائیلی پشت پناہی...... سعودی ولی عہد نے کہا کہ اس حملے کے پیچھے اسرائیل کے ہونے کے ۹۵ فیصد شواہد ہیں۔ امریکہ نے عالم اسلام کے خلاف کروسیڈ شروع کیا ہوا ہے اور اس جنگ میں اسرائیل اس کا دستِ راست ہے۔ درحقیقت ہماری ارضِ مقدس بھی عظیم تر اسرائیل کی مجوزہ حدود میں شامل ہے۔ عراق میں امریکہ کو جس جہادی جذبے کے مقابلے میں ناکامی ہورہی ہے، اسی کا بدلہ وہ سعودی عرب میں دہشت گردی کراکے لے رہا ہے۔" (نوائے وقت: ۳ مئی)

▣ سعودی عرب کے مشرقی اور صنعتی شہر الخبر میں نامعلوم مسلح افراد نے ہفتہ ۲۹ مئی کی صبح فائرنگ کرکے ۸ غیر ملکیوں سمیت ۱۷/افراد کو ہلاک کردیا۔ یہ فائرنگ تیل کمپنی کے تین کمپاؤنڈز میں کی گئی۔ اس کارروائی کی ذمہ داری مبینہ طور پر القاعدہ نے قبول کی۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۳۰ مئی ۲۰۰۴ئ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

▣ اگلے روز القاعدہ کے مبینہ چیف عبدالعزیز المقیم نے الخُبر میں ۱۰ بھارتیوں کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اس واقعہ میں کوشش کی ہے کہ کسی مسلمان کا خون نہ بہے۔ ان میں امریکہ، برطانیہ، جاپان اور اٹلی کے باشندے بھی شامل تھے جن میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ (یکم جون ۲۰۰۴ئ)

▣ یکم جون کو روزنامہ نوائے وقت کی خبر تھی کہ سعودی عرب نے الخُبر میں ۲۲ یرغمالیوں کو ہلاک کرکے فرار ہونے والے تین مسلم حملہ آوروں کی تلاش کا کام بڑے پیمانے پر شروع کردیا ہے۔ الخُبر شہر کی ناکہ بندی کردی گئی ہے۔ ۲ جون کو صدر بش نے شاہ فہد سے فون پر ان دہشت گردی کے واقعات پر تعزیت کا اظہار کیا۔ (نوائے وقت: یکم و ۲ جون ۲۰۰۴ء)

☜ ان واقعات کے بارے سعودی وزیر خارجہ سعود الفیصل نے اپنے بیان میں کہا:

''سعودی عرب نے ان انتہا پسندوں کے خلاف جدوجہد تیز کرنے کا عزم کا اظہار کیا ہے جنہوں نے مغربی ممالک کے باشندوں کے تعاقب کی جنگ چھیڑ رکھی ہے۔

▣ دوسری طرف مشتبہ انتہاپسندوں نے ریاض میں آئرلینڈ کے فری لانسر صحافی اور کیمرہ مین سیمون کمبرز کو فلم بنانے کے دوران گولی مار کر ہلاک کردیا۔ جبکہ بی بی سی کارپورٹر فرینک گارڈنر شدید زخمی ہوا۔'' (نوائے وقت: ۸ جون)

بی بی سی کی اس ٹیم پر یہ فائر نگ عین اس وقت ہوئی جب سعود الفیصل جدہ میں بیان دے رہے تھے۔ یاد رہے کہ غیر ملکیوں کے خلاف یہ پر تشدد کارروائیاں عراق کی ابوغریب جیل میں امریکہ پر تشدد کارروائیوں کی ۱۰۰۰ تصاویر کی عالمی پریس میں اشاعت کے ایک ہفتہ بعد شروع ہوئیں۔ (انسانیت سوز تشدد کی تفصیلات کیلئے ۶، ۷، ۱۰، ۱۵، ۲۱، ۲۳ مئی کے نوائے وقت ملاحظہ کیجئے)

☜ سعودی حکومت سے اظہارِ یکجہتی کے لئے صدر جنرل پرویز مشرف نے ۱۱ جون کو شہزادہ عبداللہ سے فون پر تبادلہ خیال کیا:

''شیطان کے حواری دہشت گردوں نے عالمی امن داؤ پر لگادیا۔ تمام مسلم ممالک کو دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے مل جل کر متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے۔'' (نوائے وقت: ۱۲ جون)

▣ انہی دنوں ریاض میں ایک ۱۹ سالہ امریکی ایرونا ٹکس انجینئر جانسن کو یرغمال بنا کر مختلف جیلوں میں قید القاعدہ کے ارکین کو چھوڑنے کا مطالبہ کیا گیا۔ (جنگ: ۱۷ جون ۲۰۰۴)

سعودی عرب میں جاری دہشت گردی کا ایک پس منظر تو وہ ردّ عمل ہے جو مسلمانوں میں امریکہ کے خلاف پایا جاتا ہے۔ دوسری طرف عراق پر قابض ہونے کے بعد سعودی عرب

© rasailojaraid.com

کے ہمسایہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے حالات میں بھی واضح تبدیلی آئی ہے۔ سعودی عرب میں دہشت گردی کے لئے ان طبقات کو آگے لایا جارہا ہے جن کی سعودی حکومت سے دینی یا سیاسی بنیادوں پر مخاصمت ہے۔ جہاں تک دینی طبقے کو شہ دینے کا تعلق ہے تو اس کے توڑ کے لئے وہاں کے علما سر گرم ہیں، جس کا ایک مظہر محدث کے حالیہ شمارہ میں شائع شدہ ان بم دھماکوں کے بارے میں انتہائی بزرگ سعودی عالم شیخ عبدالمحسن عباد کا وہ کتابچہ ہے جس میں انہوں نے دہشت گردوں کی ان کارروائیوں کے خلافِ اسلام ہونے کا موقف صریح دلائل کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

سعودی عرب کے بم دھماکوں کے مؤید بعض سعودی حضرات کے خیالات سننے کا ہمیں اتفاق ہوا ہے۔ ان بظاہر انتہائی دیندار نوجوانوں کو جس طرح عالمی استعمار اپنے مقاصد کے لئے استعمال کررہا ہے، اس کی بعض تفصیلات چشم کشا ہیں۔ سعودی حکومت میں شامل بعض اہم شخصیات نے بھی ان نوجوانوں کو بھڑکانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ امریکی دباؤ کی بنا پر گذشتہ سال بھر میں سعودی عرب میں نصابِ تعلیم کی تبدیلی، خواتین کی آزادانہ نقل وحرکت کی حمایت اور ان کو مردوں کے شانہ بشانہ لانے کی کوششوں کے علاوہ ذرائع ابلاغ پر مغربی نظریات اور تصورات کو بڑی تیزی سے فروغ دیا جارہا ہے۔ دوسری طرف بعض مخفی ہاتھوں نے دیندار عناصر کو ان اباحیت پسندانہ اقدامات کے خلاف بھی کھڑا کردیا ہے۔ ان دیندار عناصر نے جب اعلیٰ حکومتی عہدیداران سے ملنے کی کوشش کی تو بعض بااثر شخصیات ان کی بات کو آگے پہنچانے اور ان کی ملاقات کے راستے میں حائل ہو گئیں۔ ایسی صورتحال لگاتار کئی ملاقاتوں تک جاری رہی، جس کے بعد یہ دینی عناصر اس نتیجے پر پہنچے کہ آئندہ سے حکومتی ذمہ داروں سے بات چیت ختم کرکے ہمیں اپنے تئیں ہی اس لادینیت کے خلاف کھڑے ہوجانا چاہئے۔ مختصر الفاظ میں یہ وہ پس منظر ہے، جس میں سعودی عرب میں اوّلاً تو دینی تصورات کو نشانہ بنایا گیا دوسری طرف اس کا دفاع کرنے والوں کا اعتماد اس درجے مجروح کیا گیا کہ انہیں اپنی بات سنانی مشکل نظر آنے لگی، نتیجتاً انہوں نے اس منکر کو اپنے ہاتھوں روکنے کی کوششیں شروع کردیں جس کا نتیجہ اس دہشت گردی کی صورت میں نکلا۔ اس سارے کھیل میں مخفی ہاتھ کا کردار بہت واضح ہے، لیکن افسوس کہ متاثرہ دینی عناصر اس صورتحال کو سمجھ نہیں پارہے۔

ان بم دھماکوں میں اسرائیل اور امریکی ہاتھ کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ سعودی عرب

www.KitaboSunnat.com

میں ان بم دھماکوں کا مقصد یا تو سعودی حکومت میں انتشار پیدا کرنا اور آلِ سعود کا تختہ اُلٹنا ہے، جس کے بعد موجودہ سنگین حالات میں نئی حکومت کو قدم جمانے کا موقع نہیں ملے گا اور ملک خانہ جنگی کا شکار ہوجائے گا یا کم از کم پاکستان کی طرح نئے حکمران اپنا بقا کے لئے امریکی مدد کے محتاج ہوجائیں گے، جس سے امریکی پالیسیوں کے لئے راستہ کھل جائے گا۔

ان دھماکوں کا کم از کم مقصد اس قدر تو ضرور ہے کہ سکیورٹی کو اس قدر ہراساں کردیا جائے یا دہشت گردی کے بھوت کو ان پر اس طرح سوار کردیا جائے کہ وہ دہشت گردی کی عالمی تعبیر کو مان کر اسلامی اداروں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کردیں۔ اس کا ایک مظہر معروف سعودی خیراتی ادارے مؤسسة الحرمين الخيرية کی انہی دنوں مکمل بندش کی صورت سامنے آیا ہے۔ اس کے ساتھ سکیورٹی کے نام امریکی یا غیر ملکی ماہرین کی اس قدر بڑی تعداد وہاں قابض اور براجمان ہوجائے کہ حکومت کو اپنی پالیسیوں کے لئے ان کا محتاج ہونا پڑے اور ان کی رعایت کرنا پڑے۔ نتیجتاً روز بروز مغربی اداروں کا سعودی عرب میں اثر ورسوخ اس طرح بڑھتا جائے جیسا کہ خلیج کے دیگر ممالک خصوصاً متحدہ عرب امارت میں ہوا ہے۔

پاکستان میں دہشت گردی کے مقاصد

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو اس کی حالیہ دہشت گردی میں بھی وہی تکون کارفرما ہے جو امریکہ، اسرائیل اور بھارت کے نام سے موجود ہے۔ پاکستان میں ان کے مقاصد میں ایسے حالات کو پیدا کرنا اور برقرار رکھنا ہے جس میں حکمران اپنے ملک میں قدم مضبوط کرنے کی بجائے عوامی مخالفت میں اس قدر گھرے ہوں کہ ان کی بقا کی ضمانت امریکی مفادات کی لگاتار رکھوالی میں ہی قرار پائے۔ مزید مقصد یہ کہ حکومت کو ان دہشت گردانہ کارروائیوں سے عالمی سطح پر بھی زیر عتاب اور انڈر پریشر رکھ کر عالمی کردار سے محروم رکھا جائے۔

اس سلسلے میں امریکی رجحانات کا اندازہ ان چند خبروں سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو قومی اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔

۱۴ مئی کو امریکہ نے پاکستان میں اپنے شہریوں کو خبردار کرتے ہوئے یہ پیغام دیا:

”پاکستان میں سکیورٹی کی صورتِ حال خراب ہے، مغربی مفادات خطرے میں ہیں، امریکہ مخالف جذبات کی شدت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ مغربی ممالک کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں پر دہشت گردانہ حملوں کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ پاکستان میں امریکیوں کو محتاط اور

چوکس رہنے کی ہدایت۔ کوئٹہ، گوادر اور کراچی میں ہونے والے بم دھماکوں اور سیاسی تشدد کے واقعات بھی پاکستان میں سکیورٹی کی صورت حال خراب ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ امریکی شہریوں کو محتاط رہنے کی یہ وارننگ اس سے قبل بھی ایک ماہ قبل دی جاچکی ہے۔''
(روزنامہ نوائے وقت، لاہور: ۱۴ مئی)

روزنامہ نوائے وقت نے اگلے روز اس وارننگ پر اپنا ردعمل پیش کرتے ہوئے لکھا:

''امریکہ کی یہ تشویش بجا ہے کیونکہ اس خطے کے حالات کو متزلزل کرنے اور عوام الناس کو گوناگوں پریشانیوں سے دوچار کرنے کی بنیادی ذمہ داری امریکہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ امریکی فوج کی پاک سرحدوں میں دراندازی بھی ہے جبکہ امریکہ کا یہ حالیہ بیان پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کی سازش ہے۔ پاکستان کو ریڈ الرٹ قرار دے کر امریکہ عملی دشمنی کررہا ہے اور پاکستان کی شہرت کو داغدار بنانے کے علاوہ سرمایہ کاری کے راستے بند کررہا ہے۔'' (اداریہ: ۱۵/ مئی ۲۰۰۴ء)

☜ جولائی کے آغاز میں امریکی سفارتخانہ اور برطانوی سفارتخانہ بند کردیا گیا۔

☜ پاکستان کے بارے امریکی عزائم اس رپورٹ سے ظاہر ہوتے ہیں جو ایک امریکی تھنک ٹینک نے پیش کی ہے:

''عراق کے بعد پاکستان امریکہ کا نیا تھیٹر بنے گا۔ امریکہ کے جغرافیائی و سیاسی تھنک ٹینک اسٹرٹیجک فور کاسٹنگ کی تجزیاتی رپورٹ...... ۳۰ جون کو نئی عراقی حکومت کے اقتدار سنبھالنے کے بعد امریکہ اپنی توجہ پاکستان کی طرف مبذول کرلے گا۔ امریکی انتخابات سے بھی اس میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ جان کیری نے بھی القاعدہ کو اولین ترجیح قرار دیا ہے۔ ادارے نے مشرف حکومت پر الزام عائد کیا ہے کہ انہوں نے جہادیوں کے خلاف کوئی سنجیدہ کارروائی نہیں کی۔ واشنگٹن اپنا دباؤ اس حد تک بڑھائے گا کہ مشرف کو عسکریت پسندوں کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنا ہوگی۔'' (روزنامہ نوائے وقت: ۱۰ جون)

۱۵ مئی کو یہی بات جملة الدعوة کے امیر حافظ سعید نے بھی کہی کہ امریکہ کا اگلا نشانہ پاکستان ہوگا۔ ان رپورٹوں اور خبروں کی موجودگی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے پاکستان اور سعودی عرب میں اسرائیل و بھارت کی مدد سے دہشت گردانہ کارروائیوں کی سرپرستی کررہا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف محروم طبقات اس کے آلہ کار ہیں۔ بھارت کی دلچسپی بھی یہی ہے کہ ان دہشت گردانہ کارروائیوں میں پاکستان کو اس قدر الجھا دیا جائے کہ اسے داخلی مسائل سے ہی فرصت نہ ملے، نیز دہشت گردی کے اس بہانے سے ملک

و قوم میں انتشار کے علاوہ کسی بھی موقع پر مطلوبہ مفادات کی سیاست شروع کردی جائے۔اگر پاکستان میں اطمینان بخش حالات ہوں تو امریکہ کو دخل اندازی کا جواز میسر نہیں آسکتا۔ حکومت کی مدد کے نام پر یا کسی اور بہانے سے پاکستان میں انتشار انگیز حالات پیدا ہونا ہی امریکی مفاد میں ہے جس کی بنیاد پر اس کی مداخلت کا جواز مل جاتا ہے۔

بظاہر یہ حالات جلد تبدیل ہوتے نظر نہیں آتے کیونکہ اس دہشت گردی کی جڑیں پاکستان کی بجائے بیرونِ ملک میں ہیں۔ سنگین اقدامات اور محرومیوں کا کچھ سدباب کرکے ان خطرات کو عارضی طور پر روکا تو جاسکتا ہے، مستقل طور پر اس کا خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ ملک میں اگر غاصب قوتوں کے بجائے جائز حکومت ہو اور اپنی تائید کے لئے وہ بیرونی سرپرستی کی محتاج نہ ہو، تب بھی ان حالات میں خاطر خواہ کمی واقع ہوسکتی ہے۔

ایسے ہی اسلامی ممالک کے متاثرہ عناصر اپنے ہی ملک کو نقصان پہنچانے اور اپنے ہم وطنوں کو نشانہ بنانے کی بجائے اس صورتحال کو مثبت انداز میں بدلنے کی کوشش کریں، اور اس بارے میں اسلام کے احکامات کی پاسداری کرتے ہوئے کوئی موزوں لائحہ عمل بنائیں تب بھی حالات سنبھل سکتے ہیں۔ مطالبات کو منوانے کے لئے اپنی ہی جسم کے کچھ حصوں کو کاٹ دینا کسی طور دانشمندی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سوچنے سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین! (حافظ حسن مدنی)

© rasailojaraid.com